مقیاس سنت

یعنی

بدعاتِ قبور

قبروں پر مزارات بنانا، چراغاں کرنا، چادریں چڑھانا اور دیگر بدعات کا محکمانہ جائزہ

از افادات امام اہل سنت

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

گنبد اور پختہ قبریں بنانا

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد: ایک طرف تمام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ قرآن و حدیث و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال کی روشنی میں ایک فعل کے عدم جواز کا حکم دیں، اور دوسری طرف مٹھی بھر مبتدعین اپنی دکان چمکانے کیلئے اس کام کو جائز اور مستحسن کہیں، اور اس کے جواز پر مکمل اصرار بھی کرتے رہیں، تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ یا تو انہیں اپنی آخرت کی فکر نہیں ہے، یا پھر وہ اسلام اور مسلمانوں سے اختلاف کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔
مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، اور مستدرک حاکم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

مَاضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۱)
جو قوم ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتی ہے اسے جھگڑا دیدیا جاتا ہے۔

تو گویا معلوم ہوا کہ فرقہ مبتدعہ بھی اسی حدیث کا مصداق ہے لیکن ایک طرف اگر اس فرقۂ ضالہ کے گمراہ کن عقائد نظریات اور بدعات سے لبریز افعال و اعمال کو کچھ نادان اگر سچا ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں، تو دوسری جانب جانثاران محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک جم غفیر اس بدعت کے سیلاب کو روکنے اور اس طوفان بے تمیزی کا رخ بدلنے کیلئے سرگرم عمل ہیں، اور ہر قسم کی بے بنیاد بات کچلنے کیلئے ہمہ تن تیار ہیں۔ یہ محض اس ذات لم یزل کا کرم و فضل ہے کہ اس مقدس تحریک کیلئے اس نے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کو چنا اور اس معزز اور

محترم محاذ پر ان علماء سے ایسے ایسے کام لئے کہ جس کی مثال صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین ؒ وتبع تابعین ؒ رحمۃ اللہ علیہم کے بعد کے ان علماء تک نہیں ملتی اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خیر القرون کے بعد اگر کسی نے صحیح احیاء سنت اور تردید باطل کی ہے تو وہ علماء اہل السنۃ والجماعت دیوبند نے کی ہے، اور انہی کے شاگرد تھے جنہوں نے پورے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کو پھیلایا اور چار دانگ عالم میں توحید کا پرچار کیا، اور انہی کے فرزندان تھے جنہوں نے برصغیر میں اپنی جانوں کو نچھاور کر کے بھی احسان نہ جتلایا۔ لیکن کچھ عاقبت نااندیش پیروئے خواہشات ایسے بھی ہیں کہ جن کی نہ کوئی روشن تاریخ ہے، اور نہ ہی کوئی اصل اور وہ اس گروہ اہلسنت سے بغض وعناد کی بنیاد پر اسلام کا صحیح چہرہ بگاڑنے کے درپے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ صحیح وسقیم کی تمیز ختم ہو جائے، حق و باطل مل جائے، اچھے برے کا فرق ختم ہو جائے، ہر طرف ظلم اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں عوام کالانعام کو رکھ کر اپنی ناک بچائی جائے، اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے پیٹ شریف کی خوب خدمت کی جاسکے۔ لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خواب نہ ان کا پورا ہوگا اور نہ ہی ان کو اس خواب کی خاطر خواہ تعبیر ملے گی۔

آمدم بر سرِ مطلب

اسی سلسلے کی ایک کڑی جس کو مبتدعین جواز کا جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے ہیں ''قبروں کو پختہ کرنا، ماذون شرعی سے بلند کرنا'' ان پر گنبد بنانا اور ان پر بے تحاشہ چراغ جلانا ہے، جو مبتدعین کی پیٹ پروری اور شکم سیری کا ایک ذریعہ ہے، لیکن انکو یہ بھی فائدہ مند ثابت نہ ہوگا، اور آنے والی عبارات سے ان شاء اللہ صحیح مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

''شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

نَهَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے اور کچھ بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۱۲) (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴۸) (ترمذی جلد ۱ ص ۱۲۵) (بلوغ المرام ص ۱۳۵)

اس کی شرح میں علامہ ابی زکریا النووی ؒ المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

قَالَ أَصْحَابُنَا تَجْصِيصُ الْقَبْرِ مَكْرُوهٌ وَالْقُعُودُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَكَذَا الِاسْتِنَادُ إِلَيْهِ وَالِاتِّكَاءُ عَلَيْهِ وَأَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَإِنْ كَانَ فِي مِلْكِ الْبَانِي فَمَكْرُوهٌ وَإِنْ كَانَ فِي مَقْبَرَةٍ مُسَبَّلَةٍ فَحَرَامٌ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ وَرَأَيْتُ الْأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأْمُرُونَ بِهَدْمِ مَا يُبْنَى ويؤيد الهدم قوله ولا قبراً مشرفا الا سوّيته

(شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲)

ترجمہ: قبروں پر عمارت بنانا اگر وہ جگہ عمارت بنانے والے کی ملک ہے تو مکروہ ہے اور اگر عام مقبر میں ہے تو حرام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اصحاب نے اس کی صراحت کی ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اماموں کو قبر پر عمارت ڈھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا اور ولا قبراً مشرفا والی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

مولوی عمر بریلوی اور مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں کہ:

لفظ ''ما'' عربی زبان میں عموم کیلئے ہوتا ہے: (جاء الحق ص ۵۳) (مقیاس حنفیت ص ۴۷۳)

تو ہماری اس عبارت سے جو ہم نے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ''یھدم مایبنی'' سے عموم مراد ہے (بقول بریلوی حضرات) یعنی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر ہر قسم کی بناء وعمارات وغیرہ کی حرمت پر یہ عبارت پیش کی ہے۔

احناف کا مسلک

شاہ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نھی کردہ شود برگور ، بعض گفتہ اند کہ مراد بنا کردن است بسنگ و مانند آن ، وبعض گفتہ کہ مراد خیمہ زدن و مانند آن ست کہ نیز مکروہ و منہی عنہ ست۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۹۲)

ترجمہ: قبر پر بنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد پتھر سے بنانا یا اس جیسی اور بنانا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خیمہ بنانا یا اس جیسا اور کچھ اور یہ بھی مکرہ اور شریعت میں اس سے روکا گیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بات واضح تر ہوگئی کہ قبروں پر ہر کسی قسم کی کوئی عمارت بنانا شرعاً ناجائز ہے، چاہے وہ قبر کو پختہ کرنا، یا خیمہ بنانا ہو۔
بریلویوں کا محدث اعظم ہند اور مولوی محمد سعید نقشبندی حالات نواب احمد رضا میں لکھتے ہیں کہ:

”علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدی سے چلے آرہے ہیں، مگر لغزش قلم و سبقت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ یا حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے، اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا“۔

(احکام شریعت ص ۸، المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۴۸)

عبارت مذکورہ کا لحاظ رکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ ان تین حضرات کی بات بریلوی حضرات کیلئے نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے تو بے جا نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ نعمت کسی اور کو کیا ملتی اللہ نے صرف ان تین کو عطاء کی ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

چراغ زندگی کو ایک جھونکے کی ضرورت ہے

تجھے رب کی قسم ہے پھر ذرا دامن کو لہرانا

امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مفتی صاحب سے پوچھئے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکہ مکرمہ میں حضرات آئمہ کرام کو قبروں پر عمارت ڈھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا تھا یہ کون امام تھے؟ اور کیا یہ نجدیوں وہابیوں کے امام تھے جو مکہ مکرمہ جیسی پاک سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اولیاء کرام قبروں کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یوں توہین کرتے تھے؟

مفتی صاحب تو یوں لب کشائی کرتے ہیں:

ضروری نوٹ: اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

(جاء الحق ص ۲۷۹ بحوالہ راہ سنت ص ۱۸۱)

قارئین کرام! کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مقدس ہستی سے اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ ایک ناجائز فعل کے مرتکبین کے بجائے رد (یا ادنیٰ درجہ ایمان کے تقاضے کے مطابق دل میں برا جاننے) کے ان کے فعل سے حجت پکڑیں؟۔ یقیناً ایسی بزرگ ہستی سے اس بات کی امید نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فعل ناجائز ہے اور قبیح تر ہے، جب ہی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس فعل سے دلیل پکڑ رہے ہیں۔ یہ بریلویوں کا بے جا غلو ہے کہ وہ اس کو وہابیوں کے سر تھوپتے ہیں، اگر یہ کام وہابی ہی کرتے اور وہی لوگ اس کو صرف ناجائز کہتے تو کیا وجہ ہے کہ عرب میں ابھی تک خالص مسلمان اس فعل سے بچتے ہیں؟

اے سوز غم جلا کے میرے دل کو رکھ دیا
کیا یوں بھی پھونکتا ہے کوئی اپنا گھر کہیں

قارئین کرام! امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس صرحت اور ائمہ مکہ مکرمہ کے اس حکم ھدم سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ قبروں پر بے جا تعمیرات نہ ان قبروں کے احترام میں داخل ہے نہ بنانے والے کیلئے باعث اجر وثواب ہے اور نہ ہی صاحب قبر کیلئے رفع درجات کا ذریعہ ہے،

بلکہ یہ بانی (بنانے والے) کیلئے موجب عذاب وعقاب ہوسکتا ہے، اور اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممکن ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان (گرانے والوں) کو سراہ رہے ہوں جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن خدا کرے بریلوی حضرات یوں نہ کہہ دیں:

ہمارے شوق کی منزل نہ پوچھ اے ناصح
دل اپنا راہنما ہے جدھر کو لے چلے

آیئے اب ہم آپ کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی پیش کرتے ہیں۔
علامہ حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

عن ابی حنیفه انه یکره ان یبنی علیه بناء من بیت اوقبة او نحو ذالک لما مرمن الحدیث أنفاً۔ (کبیری ۵۱۶ مکتبہ نعمانیہ)	امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

قارئین کرام ! کیا کسی حنفیت کے دعویدار کو بھی یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو ٹھکرادے؟؟ لیکن جس کے یہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی کوئی وقعت نہ ہوتو وہ کسی امام کی بات کہاں مان سکتا ہے؟ اور نہ ہی اس سے امید کی جاسکتی ہے: لیکن !

ظالم ابھی فرصت ہے کر توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ:

وَقَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ بِالْحِجَارَةِ، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهَا، وَالْآخَرُ: أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهَا خِبَاءٌ وَنَحْوُهُ، وَكِلَاهُمَا مَنْهِيٌّ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِيهِ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۶۱ مکتبہ امدادیہ)

ترجمہ : علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر پتھر سے یا اس کی مثل کسی اور چیز سے بناء کرلیا اور دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ بنائے اور یہ دونوں

شریعت میں ناجائز ہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جہاں اس عبارت سے قبروں پر خیمہ وغیرہ بنانے کی نفی ہو رہی ہے، وہاں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ قبر پر پتھر وغیرہ سے بناء کرنا شریعت میں ممنوع ہے۔ اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ آج کے دور میں قبروں کو کس طرح سنگ مرمر سے سجایا جاتا ہے، اور اس پر کس طرح شیشے جڑے جاتے ہیں کہ زائرین کو اس میں اپنی صورت نظر آنے لگتی ہے، اور فانوس اس قدر لگائے جاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ اگر یہی اولیاء اللہ سے عشق ہے کہ جس میں شریعت کی دھجیاں بکھیری جائیں، تو ایسا عشق بدعتیوں کو نصیب ہو، ہم تو فرمان نبوی علی صاحبھا صلوٰۃ والسلام کے آگے سر تسلیم خم کر چکے ہیں۔

مکافات عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بے شک
ہمارا کام ہے نیک اور بد ان کو سمجھانا

علامہ ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں کہ

وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ قَالُوا أَرَادَ بِهِ السَّفَطَ الَّذِي يُجْعَلُ فِي دِيَارِنَا عَلَى الْقَبْرِ
(تاتارخانیہ ج ا ص ۱۳۰ اقدیمی مکتبہ رشیدیہ، بحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰)

ترجمہ : اور قبروں پر عمارت نہ بنائی جائے فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند عمارت ہے جو ہمارے یہاں شہروں میں قبروں پر بنائی جاتی ہیں۔

اس عبارت سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جو کچھ شہروں میں قبروں پر بلند عمارت (مزار) وغیرہ بنائی جاتی ہے وہ اس عبارت کے تحت داخل ہے۔ اور یہ بھی وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ بلند عمارت عام ہے جس کی قبر پر بھی ہو ممنوع ہے۔

شاہ محمد اسحاق الحنفی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۶۲ھ فرماتے ہیں کہ:

شامیانہ وخیمہ ایستادہ کردن بر قبر مکروہ است وممنوع کما یظھر من الروایات وفی البخاری (الیٰ ان قال) وفی شرعۃ الاسلام ویکرہ ان یبنی علیٰ القبر مسجداً یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط فانما یظل المیت عملہ (انتھی) ونیز در حدیث شریف وارد است نھی ان یبنی علیہ ای علی القبر کما

رواه مسلم وبنائی عام است کہ عمارت نوده شود بداں یا خیمہ ایستاده کرده شود کذا ذکره الشیخ عبد الحق فی ترجمۃ المشکوۃ واصل النهی للتحریم کما هو مذکور فی اصول الفقه واصرار بر گناه صغیده کبیده است کما هو رقوم فی کتب العقائد. (مأة مسائل ص ۱۲۳)

ترجمہ: قبر پر شامیانہ اور خیمہ لگانا مکروہ ہے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔ (کچھ آگے لکھتے ہیں کہ) اور شرعہ الاسلام میں ہے کہ مکروہ ہے کہ قبر پر نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنائی جائے یا اس پر سائبان بنایا جائے اس لئے کہ اس شخص پر اعمال کا سایہ کافی ہے اور اس طرح حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے، جیسا کہ مسلم میں ہے اور بناء کرنا عام ہے، عمارت بنائی جائے یا خیمہ لگایا جائے اسی طرح شیخ عبد الحق دہلویؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے اور نہی اصل میں تحریم کیلئے ہوتی ہے، جیسا کہ کتب اصول فقہ میں ہے اور اگر یہ صغیرہ گناہ ہے تو صغیرہ پر اصرار بھی تو کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ کتب عقائد میں ہے۔

علامہ عالم ابن العلاء الانصاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں کہ:

وکره ابو حنیفه رحمه الله البناء فوق القبر الیٰ ان قال قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبور فی دیارنا فقدروی فی روایة اخریٰ النهی لحن السفط۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۱۳۰ قدیمی)

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ فرمایا ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند عمارت ہے جو ہمارے شہروں میں قبروں پر بنائی جاتی ہے۔

یہ عبارت اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی نہیں ہے، ہر صاحب عقل وفہم بخوبی جان لے گا۔

علامہ علاء الدین ابوبکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

وَكَرِهَ أَبُو حَنِيفَةَ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَبْرِ الیٰ ان قالرُوِيَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: »لَا تُجَصِّصُوا الْقُبُورَ وَلَا تَبْنُوا عَلَيْهَا وَلَا تَقْعُدُوا وَلَا تَكْتُبُوا عَلَيْهَا« ، وَلِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ بَابِ الزِّينَةِ وَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إلَيْهَا ؛ وَلِأَنَّهُ تَضْيِيعُ الْمَالِ بِلَا فَائِدَةٍ فَكَانَ مَكْرُوهًا .وَيُكْرَهُ أَنْ يُزَادَ عَلَى تُرَابِ الْقَبْرِ الَّذِي

ا۔ ہم خواب سے استدلال ہرگز نہیں کر رہے بلکہ اپنی دلیل کی تائید میں سے پیش کر رہے ہیں۔

خَرَجَ مِنْهُ، لِأَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ الْبِنَاءِ.
(بدائع الصنائع، ج۱ ص ۳۲۰، فصل فی احکام الشہید)

ترجمہ: امام صاحبؒ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ فرمایا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں کو گچ کرو نہ اس پر عمارت بناؤ اور نہ اس پر بیٹھو، نہ ہی کچھ لکھو، اس لئے کہ یہ سب زینت میں سے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس میں مال کا بلا فائدہ ضیاع بھی ہے اس لئے بھی مکروہ ہے، اور قبر پر اس سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالنا بھی عمارت بنانے کے مترادف ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہاں کراہت سے مراد

واضح رہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے کہ:

وَحُكِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْكَرْمِينِيِّ أَنَّهُ قَالَ كُنْت مُتَرَدِّدًا فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ فَرَأَيْت أَبَا حَنِيفَةَ فِي الْمَنَامِ يَقُولُ لِي هُوَ كَرَاهَةُ تَحْرِيمٍ يَا عَبْدَ الرَّحِيمِ
(مجمع الانہر ج ۴ ص ۱۶۳، قدیمی کتب خانہ، فصل فیما یحلہ اکلہ و مالا یحل، فتاوٰی سراجیہ ج ۳ ص ۱۰۳)

ترجمہ: علامہ عبد الرحیم الکرمینیؒ سے حکایت ہے، فرمایا کہ میں کراہت کے مسئلہ میں متردد تھا کہ اس سے امام صاحبؒ کی کیا مراد ہے تو انہوں نے خواب میں مجھے فرمایا کہ اے عبدالرحیم اس سے میری مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے۔

اور اس مطلق کراہت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے جس کی قدرے تفصیل ہم آگے (دلیل نمبر ۵ کے تحت) بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔

صاحب بدائع علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت اپنے مقام پر واضح ہے جس سے قبروں پر عمارت بنانے اور گچ کرنے کی کراہت کی وضاحت ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے یہاں بھی یہ مکروہ ہے۔

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یونہی عبارت نظم میں ''لفظ یکرہ'' کہ غالبا کراہت مطلقہ سے کراہت
تحریمی مراد ہوتی ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۸۱)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ الحنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں کہ:

قبور اولیا، بلند کردن و گنبد پر آں ساختن وامثال وعدس آں چداغاں ہمہ بدعت است (ارشاد الطالبین ص ۲۲)

ترجمہ: اولیاء کرام کی قبروں کو بلند اور ان پر گنبد بنانا اور عرس کرنا اور چراغ جلانا سب کے سب بدعت ہیں۔

اور علامہ طاہر بن احمد عبد الرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وان یکون القبر مسنماً مرتفعاً من الارض قدر شبر الیٰ ان قال ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ البناء قالوا ارادبہ السفط الذی تجعل فی دیارنا علی القبور۔
(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۶، مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ: اور قبر کو اُنٹ کی کوہاں کی طرح بنایا جائے اور بلندی ایک بالشت ہو، اور قبر کو پختہ نہ کریں اور نہ ہی لپائی کریں اور نہ ہی قبر کو بلند کریں اور اس پر عمارت نہ بنائیں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس بناء سے مراد بلند عمارت ہے جو ہمارے شہروں میں بنائی جاتی ہے

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیاء کی قبروں کو بلند کرنا اور ان پر عمارت اور قبے (گنبد) بنانا بھی ناجائز ہے (کما قال القاضی) اور بدعت ہے۔علماء کرام اور فقہاء عظام کی ان واضح عبارات کی موجودگی میں بھی اگر مفتی احمد یار گجراتی صاحب اور ان کی جماعت کو جواز کا اصرار ہے تو پھر ان علماء کو وہابی شمار کرنا پڑے گا۔

علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۸۱ھ لکھتے ہیں کہ:

واقبح البدع عشرۃ وعدمنھا طعام المیت وایقاد الشموع علی المقابر والبناء علی القبر وتزیینہ (بریقہ ص ۱۲۲)

ترجمہ: قبیح ترین بدعتیں دس ہیں ان میں سے ایک میت والوں کا کھانا پکانا قبروں پر چراغ جلانا اور قبروں پر عمارت بنانا اور مزین کرنا۔

قارئین کرام: علامہ برکلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے واضح الفاظ میں ان افعال کو بدعت قبیحہ میں شمار کیا ہے، کیا اب بھی کوئی جواز کی گنجائش باقی رہتی ہے؟

لیکن جب ایک آدمی بدعت کے دلدل میں پھنس چکا ہو اور احداث کی نذر ہو چکا ہو تو پھر اسے بری چیز بھی اچھی نظر آنے لگتی ہے ۔لیکن یاد رہے کہ یرقان کے مریض کو پانی کڑوا معلوم ہوتا ہے، اور یہ قصور صرف اسی کا ہوتا ہے پانی کا نہیں ۔

مولانا شاہ اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

وبدمکان بد قبور مثل قبہا وغیدہم ساختن حرام وممنوع بموجب حدیث وروایت کتب فقہ عن جابد الخ ومداد از بناء درحدیث عام است کہ عمارت بناء نمودہ شود یا خیمہ استادہ کنانیدہ شود وچنانچہ از تدجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وشرح مشکوۃ ملا علی القاری معلوم می شود وفی جامع الاصول بدوایت نسائی علیہ الرحمۃ الخ وفی متن مواھب الدحمن فی منذھب النعمان ویحدم البناء علی القبد الخ۔

(مأۃ مسائل ص ۱۰۶)

ترجمہ: قبروں پر مکان یا گنبد وغیرہ بنانا حرام اور ممنوع ہے کتب فقہ اور حدیث کی روایات کی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (کماذکر) اور حدیث میں بناء سے مراد عام ہے کہ عمارت بنائی جائے یا خیمہ بنایا جائے اور اسی طرح شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی القاری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور جامع الاصول میں نسائی کی روایت ہے (کماذکر) اور مواہب الرحمن میں ہے کہ قبر پر کچھ بنانا حرام ہے (الخ)۔

قارئین کرام: یہ ہے علماء دین اور مفتیان اہلسنت کی توضیح کہ وہ اس کو حرام وغیرہ کے القاب سے نواز رہے ہیں اور شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم بزرگ ہستیاں ہیں کہ جو کہ قبر پر عمارت اور گنبد اور خیمہ وغیرہ کو بدعت حرام اور قبیح افعال میں شمار کررہے ہیں ۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

بقول صاحب مقیاس (مفتی اقتدار خان نعمی ابن احمد یار) کہ اگر یہ بدعت حسنہ ہی ہے تو علامہ برکلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبیح ترین بدعات میں کیوں شمار کیا آیا ان کو معلوم نہ تھا؟ یا وہ بھی بقول مبتدعین دیوبندی تھے؟

حضرت مولانا خرم علی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۱۷ھ لکھتے ہیں کہ:

جتنی بدعتیں لوگوں نے خلاف شرع نکالی ہیں اس حدیث سے سب رد ہوگئیں تفصیل کی کچھ حاجت نہیں مثلاً قبر پر گچ کرنا گنبد بنانا الخ۔ (ترجمہ مشارق الانوار ص ۱۰، بحوالہ راہ سنت ص ۲۴)۔

قارئین : بتائیں کہ مولانا خرم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے کیا معلوم ہو رہا ہے اور صاحب مقیاس کس راہ چل رہے ہیں اور مستحب کی رٹ لگائے ہوئے ہیں (ص ۱۶) ہم مبتدعین سے گزارش کرتے ہیں کہ ذرا عقل وخرد سے کام لیں اور اپنی آخرت کی فکر کریں قبل اس کہ "حساب وکتاب" کی نوبت آجائے۔

تجھے طعام سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
طعام خواہ ہے مگر صاحب سنت نہیں

(اقبال بہ تغیر)

حاشیۂ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی تشریح میں ہے کہ

والبناء علیها قال فی الجمع وهو ان تبنی بحجارة و نحو او ان یضرب علیها خیمة او یبنی علیها بیت۔	قبر پر عمارت بنانے کے منع کا مطلب ہے کہ قبر کو پتھروں سے نہ بنائے یا اس جیسے کسی اور شئی سے اور اس پر خیمہ نہ بنائے اور اس پر کوئی گھر نہ بنائے۔
(هامش طحاوی ص ۳۴۶ ج ۱)	

امام قاضی خان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۹۲ھ فرماتے ہیں کہ

و تقصیص و نهی عن بناء فوق القبر (فتاویٰ قاضی خان ص ۹۳ ج ۱)

ترجمہ: اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے اس لئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو گچ کرنے اور پختہ کرنے سے منع فرمایا اور قبر کے اوپر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔

آیا اس حدیث میں فوق القبر سے مراد گنبد نہیں ؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر اس مسئلہ میں بجائے عناد وضد اور بے راہ روی کے بدعتی حضرات خود کو شکست خوردہ تسلیم کریں اور علماء دیوبند کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے کے بجائے انہیں سچے محبان رسول ﷺ مان لیں۔

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ازایں احادیث وروایت کتب فقہ معلوم شدکہ بناءکردن ہدقبورمنہی عنہ است (مأۃ مسائل ص ۱۰۷)

ترجمہ: ان احادیث اور کتب فقہ سے معلوم ہوا کہ قبور پر کچھ بنانا شریعت میں منع ہے،

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ۔

وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ قَدْرَ الشِّبْرِ وَلَا يُرَبَّعُ وَلَا يُجَصَّصُ وَلَا بَأْسَ بِرَشِّ الْمَاءِ عَلَيْهِ وَيُكْرَهُ أَنْ يُبْنَى عَلَى الْقَبْرِ

(فتاویٰ ہندیہ ص ۱۶۶ ج ۱، رشیدیہ، الفصل السادس فی القبر والدفن)

ترجمہ: اور قبر کو کوہان کی طرح ایک بالشت کی بقدر بنایا جائے اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے اور پانی کے چھڑکاؤ پر حرج نہیں اور قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔

یاد رہے کہ فتاویٰ عالمگیری ہندوستان کے سینکڑوں علماء کی نگرانی میں بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کروائی لیکن چند نادان لوگوں نے اجماع سے ہٹ کر اپنے نئے دین کے بے بنیاد مسائل پر بنیاد رکھی ہے اس لئے جب علم سے بے بہرہ حضرات اپنے من پسند مسائل پر جواز یا عدم کراہیت کا فتویٰ دیں تو ہم کیسے ان علماء کے مقابلہ میں اس بدعت اور مکروہ عمل کو جائز و مستحسن کہہ دیں۔ درآنحالیکہ کچھ شکم کے پجاری حلوے کی رکابیوں کی وجہ سے بدعات کو سنگینیوں سے محفوظ رکھنے کے درپے ہیں اس کے مقابل میں توحید وسنت کا گلشن برباد ہو رہا ہے تو ہوتا رہے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہاں گیارھویں شریف اور کونڈوں پر کوئی ضرب نہ پڑے۔

کس نے اپنے آشیاں کے چار تنکوں کے لئے

برق کی زد میں گلستان کا گلستان رکھ دیا

علامہ محمد بن حسین بن علی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابن نجیمؒ المتوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں کہ

وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِي تُسَمَّى فَسَاقِي (الیٰ ان قال) الرَّابِعُ تَجْصِيصُهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا۔

(بحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۱، ہندیہ ج ۱ ص ۱۶۶ رشیدیہ)

ترجمہ: اور فتح القدیر میں ہے کہ مکروہ ہے مردے کو فساقیز مین میں دفن کرنا ان میں سے چوتھا قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر عمارت بنانا۔

یعنی جہاں پر قبروں کو پختہ کیا گیا ہو اور عمارت بنائی گئی ہو ان جگہوں پر مردوں کو دفن کرنا مکروہ ہے اس کا اندازہ ہر عقل سلیم رکھنے والے کیلئے آسان ہے کہ جن قبروں پر عمارت بنائی گئی ہو وہ کس قدر کراہت میں داخل ہوں گی۔ خود علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ شیخ ابن الہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قبروں پر عمارت ناجائز ہے لیکن صاحب مقیاس اور مفتی صاحب نے میں نا مانوں کی ایسی رٹ لگا رکھی ہے کہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں ہیں۔

لب ہائے زخم دیکھئے اور خوب رویئے
امیدوارئ لب خنداں نہ کیجئے

امام سراج الدین اودی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۰۰ھ لکھتے ہیں کہ

ویکرہ البناء علی القبور (فتاویٰ سراجیہ علی ھاش قاضی خان ص ۱۴۱۔ حافظ کتب خانہ)

ترجمہ: اور قبروں پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ ونسائی میں حدیث ابی داؤد کے تحت ہے کہ:

قلنا: هو محمول على ما كانوا يفعلونه من تَعْلِيَةِ القبور بالبناء العالي

(حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۸، ونسائی ، فتح باب العنایہ ص ۴۵۷، ج ۱، سعید کمپنی)

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اس فعل پر کہ قبور کو بلند کرنا اور ان پر عمارت بنانا اس عبارت میں بھی علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ قبور کو بلند کرنے اور اس پر عمارت بنانے کے جواز کی نفی فرما رہے ہیں لیکن اگر ان حضرات کو تقسیم میں یہی بدعات ملی ہیں تو پھر

اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔

تقسیم کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

اور علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاختیار میں صفحہ ۱۲۶۔ پر اس بناء کو مکروہ وغیرہ کے القاب سے نوازتے ہیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

وَأورد البُخَارِيّ ذَلِك دَلِيلا على الْكَرَاهَة، وَكره أَحْمد أَن يضْرب على الْقَبْر فسطاطا. وَأوصى إِبْرَاهِيم مرّة أَن لَا تضربوا عَليّ فسطاطا

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۵ باب نمبر ۱۶ مکتبہ رشیدیۃ۔ کذٰ فی المغنی ج ۲ ص ۳۸۷ بیروت و کذٰ کشف القناع ص ۱۶۳ ج ۲۔ بیروت)

ترجمہ: امام بخاریؒ یہ حدیث (ابن عمرؓ) قبر پر گنبد کے مکروہ ہونے کیلئے لائی ہے اور امام احمدؒ نے قبر پر قبہ بنانے کو مکروہ کہا ہے اور علامہ ابراہیمؒ نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر پر گنبد نہ بنایا جائے ۔

قارئین کرام: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ دیکھا تو وہاں موجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام سے فرمایا کہ یہ قبہ کیوں بنایا ہے اس کو ہٹا دو کیونکہ اس پر اس کے اعمال کا سایہ کافی ہے۔ اس حدیث کے تحت مذکورہ بالا عبارت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے وہ فرمارہے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث قبروں پر گنبد بنانے کی کراہت میں لائی ہے کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور مکروہ ہے۔ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علماء کے حوالے بھی اس ضمن میں پیش فرمادئے لیکن پھر بھی اس کو مستحب کہا جائے اور اپنے آپ کو پھر بھی اسلاف کا تابع دار مانا جائے اور علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کو گستاخ اور یکطرفہ ڈگری والا کہا جائے اور دن رات اس فکر میں لگے رہیں کہ غافل عوام کسی طرح علمائے دیوبند کو گستاخ اور وہابی کہہ کر ان سے دور رہے تو یہ کیسی نادانی ہے۔

آہ۔ پاس انہیں گر اپنا ذرا ہو جان اپنی بھی ان پر فدا ہو
کرتے ہیں خود نامنصفیاں اور کہتے ہیں نافرماں ہمیں

اگر گنبد وغیرہ بنانا مستحب ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی نہی پر حدیث کیوں لاتے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ فوائد کیوں نہ سوجھے جو مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کو سوجھ گئے؟۔ مفتی صاحب اپنا قصہ لکھتے ہیں کہ میں کسی مزار پر گیا بہت دھوپ تھی تو تب مجھے معلوم ہوا کہ مزار پر عمارت بہت فائدہ مند ہے۔ (ملحق جاءالحق ص ۲۹۵)

اور صاحب مقیاس بھی اس طرح کے فوائد لکھ کر عوام کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ قبہ بنانا جائز ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ اہل سنت اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے ناجائز کہتے ہیں پھر مخالفت کی وجہ کیا ہے؟ وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خود پسندی اور ھویٰ پرستی اور اپنے دل کو تسکین دینا مقصود ہے لیکن یاد رہے کہ آخرت کی جوابدہی ایک امر متعین ہے۔

یہ مدعیٔ اسلام تو ہیں ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے
تقویٰ کی بو ہی نہیں وہ رنگ نہیں ایمانوں کے

اگر یہ خیمہ زنی اور قبہ زنی مستحب ہوتی اور اس کے کرنے والے کو ثواب ملتا اور یہ فعل مستحب ہی نہ سہی بلکہ صرف مباح ہی ہوتا تو امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے نہ کرنے کی وصیت کیوں فرماتے؟ آخر وجہ کیا تھی کہ عوام کو اتنے بڑے ثواب سے محروم رکھا؟

حالانکہ علمائے امت کا کام ہے کہ وہ عوام کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکتے رہیں لیکن جب وہ اس فعل سے عوام کو روک رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ فعل بدعت ہے اس میں کوئی دینی یا دنیوی اچھائی نہیں ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف صحیح بخاری میں اس کو لائے ہی اس لئے ہیں کہ یہ فعل ناجائز ہے اور مکروہ اور بدعت ہے۔

صاحب مقیاس ذرا بتائیں یہ ناجائز ہونے کا فتویٰ امام اہلسنت قاطع شرک و بدعت محی السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دے رہے ہیں یا امام بخاری محمد بن اسماعیل

رحمۃ اللہ علیہ دے رہے ہیں ذرا اپنے اور پرائے میں فرق تو کرلو۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

یہ علمائے احناف کثر اللہ سوادھم کے حوالہ جات اور اقوال کثیرہ اور ملفوظات۔۔۔ اور فرامین بے مثال تھے جن کو پڑھ کر ایک ذکی اور صاحب عقل وفہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ حق بات وہی ہے جو علمائے دیوبند کثر اللہ سوادھم کہتے ہیں۔

ہم مزید حوالہ جات آئمہ ثلاثہ کے بیان فرمائیں گے اور کچھ حوالہ جات استدلالات کے جوابات میں عرض کریں گے۔ انشاءاللہ۔

تریانهاراً امشمساقدشابه
زهر الربیٰ کانّماهو مقمر

یہ بھی پیش نظر رہے کہ قبروں پر عمارت بنانا غیر مسلموں کا شعار ہے جیسا کہ گوتم بدھ جو کہ بدھ مت مذہب کا پیشوا تھا جب وہ فوت ہوا تو۔ متبرک ہڈیاں صرف راجگان پاوا اور کوسی نگلا (کوشی نگر) میں تقسیم ہوئی جنہوں نے انہیں دفن کر کے اوپر عظیم الشان قبرے تعمیر کئے۔

(راج محل سے جنگل تک ص ۳۴۳)

شوافع کا مسلک

قارئین کرام علمائے احناف کے مضبوط دلائل اور براہین قاطعہ کے موجود ہونے کے بعد اگر چہ کسی حنفی کو مخالفت اور اس کے خلاف محاذ آرائی کا حق تو نہیں پہنچتا لیکن بعض ایسے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑا ہے کہ جو دین پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور آخرت پر دولتِ دنیا کو بلند جانتے ہیں اور دعویٰ پکے حنفی سنی ہونے کا کیا کرتے ہیں (لیکن علمائے اہل السنت والجماعت اور علمائے احناف کی بات ماننے پر دل گھٹتا ہے) اس لئے ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بھی چند حوالہ جات نذر قارئین کر دیں تاکہ قارئین مبتدعین ِ زمانہ کے فریب سے محفوظ رہیں اور اس بدعت کو بدعت جان کر اس سے دور رہیں۔

شافعی مسلک کی معتبر اور معرکۃ الآرا کتاب "کتاب الام" (ج ا ص ۴۶۴) بیروت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رأیت الائمہ بمکۃ یأمرون بھدم مایبنی (بحوالہ شرح مسلم ج ا ص ۳۱۲)

چنانچہ امام ابی ذکریا محی الدین بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ

قال اصحابنا وان کان ولا فرق بین ان یبنی قبۃ او بیتا او غیر ھما ثم ینظر فان کانت مقبرۃ مسبلۃ حرام علیہ ذالک ویھدم ھذہ البناء بلا خلاف قال الشافعی علیہ الرحمۃ فی الام رأیت من الولاۃ من یھدم مایبنی فیھا۔

(المجموع شرح المھذب ج ۵ ص ۳۹۸ وکذٰ فی کشف النفاع ج ۲ ص ۱۶۳، کتاب الام ج ا ص ۴۶۴ بیروت۔)

ترجمہ: ہمارے اصحابؒ فرماتے ہیں کہ اگر چہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ قبہ بنایا جائے یا مکان یا اس کے علاوہ اور کچھ بنایا جائے پھر بھی دیکھا جائے گا اگر یہ عام مقبرے میں ہو تو

حرام ہے اور اس کو ڈھایا جائے گا اس پر اجماع ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کتاب الام میں کہ میں نے (مکہ مکرمہ) کے امراء کو مقبرے میں بنائی گئی عمارت کو ڈھاتے ہوئے دیکھا اور آگے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو اس کی عیب جوئی کرتے نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ قبہ بنانا مسلک شوافع میں بھی حرام ہے اور اس کو ڈھانا بھی ضروری ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن آج چند حضرات اس میں اختلاف کر رہے ہیں اور عوام کو بدعات کی طرف دھکیلنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کچھ آگے فرماتے ہیں کہ:

قال البغوی وغیرہ یکرہ ان یضرب علی القبر قبۃ لان ابن عمر (رضی اللہ عنہ) رأی مظلّۃ علی قبر فامر برفعھا وقال دعوہ یظلہ عملہ

(المجموع ج ۵ ص ۶۷۶)

ترجمہ : امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قبر پر خیمہ (قبہ) بنانا مکروہ ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قبر پر خیمہ دیکھا تو اسے ہٹانے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اس کو ہٹاؤ کہ اس پر اس کے عمل کا سایہ کافی ہے۔

قارئین کرام : یہ ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے حوالہ جات کہ وہ حرام فرما رہے ہیں اور اکابر اس فعل کے نہ کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں لیکن صاحب مقیاس اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ یہ فعل مستحب ہے۔ (ص ۱۶)

اگر یہ مستحب ہوتا تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ کیوں فرماتے کہ یہ عمارت ڈھائی جائے گی اور اگر یہ گنبد وغیرہ جائز ہوتے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان امراء کو قبریں ڈھاتے ہوئے دیکھ کر ہرگز خاموش نہ رہتے اور نہ ہی اس عمل کو سراہتے ہوئے اپنی کتاب میں بطورِ دلیل پیش فرماتے۔

علامہ ابن حجر مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۴ھ فرماتے ہیں کہ:

تجب المبادرۃ الیٰ ھدمھا وھدم القباب التی بناء علیھا

(کتاب الزواجر ص ۱۶۳)

ترجمہ۔ اونچی قبروں کو اوران پر جو قبے اور گنبد بنائے گئے ہیں گرادیناواجب ہے۔
یعنی عمارت بنانا دنیا کی زیب و زینت کیلئے ہے اور قبر پر عمارت بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ مردہ دنیوی زیب و زینت سے بے پرواہ ہو چکا ہے اس کو ان عمارات کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے اس لیے ان قبوں کو ڈھانا ضروری ہے اور واجب ہے (جیسے کہ آگے حنبلی مسلک میں تفصیل آرہی ہے)۔
اور علامہ محمد شربینی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:
ویکرہ التجصیص القبور والبناء کقبۃ او بیت للنھی عنھما فی صحیح مسلم
(مغنی المحتاج ا ص ۳۶۴)
ترجمہ: اور مکروہ ہے قبر کو پختہ کرنا اور عمارت بنانا بناء سے مراد گنبد یا گھر ہے اس لئے کہ صحیح مسلم میں اس کی نہی پر حدیث وارد ہے
اوپر کا متن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یعنی (ویکرہ تجصیص القبور والبناء)
ذیل میں خطیب رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:
''قبر پر بناء سے مراد گنبد یا مکان ہے جو کہ حدیث مسلم کی وجہ سے منہی عنہ ہیں''۔
لیکن فریق مخالف اس بات پر یقین ہی نہیں کرتے کہ یہ فعل مکروہ ہے اور منہی عنہ ہے آخر وجہ کیا ہے کہ اسلام کے اور علمائے اہلسنت کے خلاف عمل کرنے پر مصر ہیں؟ خوف خدا کہاں گیا؟ لیکن یہ باتیں موت کے بعد ان کے یقین کے برتن میں آئیں گی اور عقل کی کندالی میں ڈھلیں گی،

و رحمن فریاد بہ ھلہ ور پہ یاد شی
چہ دے یو دیوال تہ مخ او بل تہ شا شی

حنابلہ کا مسلک

علامہ ابن القیم الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں کہ:
لایجوز ابقائہا ویجب ھدمھا (زادالمعاد ج ۳ ص ۲۸)
ترجمہ: اور گنبدوں کو چھوڑنا جائز نہیں اور ان کا گرانا واجب ہے۔
علامہ موفق الدین ابی محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں کہ:
فَصْلٌ: وَيُكْرَهُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ، وَتَجْصِيصُهُ۔۔۔۔۔۔وَلِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ زِينَةِ الدُّنْيَا، فَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إِلَيْهِ۔
(المغنی ج ۲،ص ۳۸۷،فَصْلُ الْبِنَاءِ عَلَى الْقَبْرِ وَتَجْصِيصُهُ وَالْكِتَابَةُ عَلَيْهِ وکذٰ فی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۳۸۷ بیروت)
ترجمہ: اور قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔۔۔۔۔۔اس لئے کہ یہ دنیوی زیب وزینب ہے اور میت کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

صاحب مقیاس ان مدلل حوالہ جات کا جواب نہ بننے پر صرف یہی کہہ کر جان نہ چھڑائی کہ مجھے سمجھ نہیں آتی (ص ۳۸) (اللہ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے کہ یہ حق و ناحق کی پہچان کرسکیں آمین)

چشم بینا تو پہلے کر پیدا
پھر یہ کہنا کہ کوہ طور نہیں

علامہ شمس الدین عبدالرحمن ابن عمر محمد ابن احمد بن قدامۃ المقدسیؒ المتوفی ۶۸۲ھ لکھتے ہیں
وَكَرِهَ أَحْمَدُ أَنْ يُضْرَبَ عَلَى الْقَبْرِ فُسْطَاطٌ وَأَوْصَى أَبُو هُرَيْرَةَ حِينَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَنْ لَا تَضْرِبُوا عَلَيَّ فُسْطَاطًا۔
(وکذٰ فی المغنی ج ۲،ص ۳۸۷، شرح کبیر ج ۲ ص ۳۸۷، بیروت، الاقناع ج ۲ ص ۱۶۳)

ا علامہ ابوزھرہ فرماتے ہیں کہ قلمی لسانی اور بدنی جہاد میں اس قدر انہماک رہا کہ شادی کی نوبت ہی نہیں آسکی (حیات شیخ الاسلام ص ۱۶۶ بحوالہ الکلام المفید ص ۲۶۴)

ترجمہ: امام احمد ابن حنبلؒ نے قبر پر خیمہ (قبہ) بنانے کو مکروہ فرمایا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے وفات کے وقت فرمایا کہ میری قبر پر خیمہ نہ بنایا جائے۔

قرئین کرام: اگر یہ فعل جائز اور مستحسن ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اس فعل کے کرنے سے اور اس عظیم ثواب کے کمانے سے امت کو کیوں محروم رکھتے؟ لیکن!

آنکھیں اگر بند ہوں تو پھر دن بھی رت ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اور حافظ ابن تیمیہؒ المتوفی ۷۲۸ھ جو کہ شیخ الحنابلہ ہیں انکے الفاظ کتاب الاستغانہ (ص ۲۷۸) میں حافظ ابن القیمؒ کے الفاظ کے قریب قریب ہیں۔

امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کی رفیع شان میں بہت گستاخی کیا کرتے ہیں۔(المنہاج الواضح ص ۱۸۷)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پڑھ کر احقر کا یقین صاحب مقیاس کی کتاب کا مقدمہ پڑھ کر مضبوط ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''فی زمانہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو چکے ہیں جنہوں نے خود ساختہ معیار شرک و بدعت قائم کیا ہے اور ہر جگہ شرک و بدعت کی قہہ کرتے رہتے ہیں جو خود کو اہلسنت کہلاتے ہیں لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ کے مسلک کو اپنائے ہوئے ہیں اور اس کی تعریف زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں..........
>
> ان لوگوں نے دیوبند میں مدرسہ کھولا اور خود کو دیوبندی کہلانے لگے لیکن محمد بن عبد الوہاب و ابن تیمیہ وغیرہ کو اپنا آقا مولا سمجھتے ہیں کسی صورت میں ان کی شان میں لفظ گستاخی نہیں سن سکتے اور انہیں کے افکار کو اپنایا''۔
>
> (مقیاس ص ۴)

ا۔ علامہ ابن تیمیہؒ کو علامہ ذہبیؒ ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں شیخ الاسلام العلامہ، الحافظ، الناقد، المفسر، المجتہد، علیٰ قدر، رئیس الزھاد، یگانۂ دوراں، بحر العلوم، الذکی، الشجاع

جواب : ہم قہہ کرتے ہیں اور صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ کی پھیلائی گئی شرک و بدعت کی بدبو کی وجہ سے ہر اچھے خاصے معدے والے (عقیدے والے) بھی قہہ کر دیتے ہیں آپ شرک بدعت کی بو نہ پھیلاؤ تو کون قہہ کرے گا؟

لیکن جب تک آپ شرک و بدعت کے اس کوڑے پر پنکھے ہلاتے رہو گے اس وقت تک آپ سے ہر خاص و عام تنگ ہوگا اور آپ کی آخرت بھی بگڑتی جائے گی۔

اور صاحب مقیاس یہ بتائیں کہ شرک و بدعت کا معیار ہم نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے یا علمائے امت کے اقوال سے؟ کیا آپ کے نزدیک قبروں پر گنبدوں کو مکروہ حرام قبیح ترین بدعت کہنے والے صرف دیوبندی ہیں؟ اگر وہ دیوبندی ہیں تو پھر اپنے لئے کوئی اور مسلک معتزلیوں کی طرح تجویز کرلیں۔ اور یہ بھی بتائیں کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو ہم اپنا آقا و مولا سمجھتے ہیں یا اکابر بھی انہیں: "اولیاء هذه الامة" (اس امت کے ولی) کے الفاظ و القاب سے نوازتے ہیں:

چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ:

کانا من اکابر اهل السنة و الجماعة و من اولیاء هذه الامة

(مرقاة المفاتیح، ج۸، ص ۲۱۶)

ترجمہ : حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ دونوں اہل السنت والجماعت کے اولیاء میں سے تھے۔

بریلوی شیخ الحدیث ڈاکٹر غلام سرور قادری لکھتا ہے:

"آئمہ اہل سنت میں سے امام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم جوزیہ رحمہما اللہ بھی ہیں جنہیں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس امت کے اولیاء میں سے ایک شمار کیا ہے (مرقاۃ ج ۴، ص ۴۲۸)"۔

(فتاویٰ نظامیہ، ص ۱۵۹)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"امام حافظ ابن قیم جوزیہ کو اور اسی طرح شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ

اللہ علیہ کو وہابیہ کا مرشد کہنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ اہلسنت اور اس امت مسلمہ کے اولیاء اللہ میں سے ہیں"۔ (فتاوی نظامیہ، ص ۵۰۴)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے:

ابن تيمية الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقيه المجتهد المفسر البارع شيخ الإسلام علم الزهاد نادرة العصر, تقي الدين أبو العباس أحمد ابن المفتي شهاب الدين عبد الحليم ابن الإمام المجتهد شيخ الإسلام مجد الدين عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم الحراني أحد الأعلام۔-----------وكان من بحور العلم ومن الأذكياء المعدودين والزهاد الأفراد والشجعان الكبار والكرماء الأجواد, أثنى عليه الموافق والمخالف وسارت بتصانيفه الركبان لعلها ثلاثمائة مجلد

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۴،ص ۱۹۲)

یہ عبارات پڑھ کر معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صرف علمائے دیوبند کثر اللہ سوادھم کے نزدیک ہی معتبر نہیں بلکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسلمہ ہیں اسی طرح حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے کرتے امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ پھولے نہیں سماتے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب سے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:

مُحَمَّد بن أبي بكر بن أَيّوب بن سعيد بن حريز الزُّرعي الشَّمْس ابْن قيم الجوزية الْحَنْبَلِيّ الْعَلامَة ولد فِي سَابِع صفر سنة إِحْدَى وَتِسْعين وسِتمِائَة، وَقَرَأَ الْعَرَبيَّة على الْمجد التّونسِيّ وَابْن أبي الْفَتْح البعلي، وَالْفِقْه والفرائض على ابْن تَيْمِية، والأَصلين عَلَيْهِ وعَلى الصفي الْهِنْدِيّ، وَسمع الحَدِيث من التقى سُلَيْمَان، وَأبي بكر بن عبد الدَّائِم، وَأبي نصر ابْن الشِّيرَازِيّ، وَعِيسَى الْمطعم، وَغَيرهم. وصنف وناظر، واجتهد، وَصَارَ من الْأَئِمَّة الْكِبَار فِي التَّفْسِير والْحَدِيث وَالْفُرُوع والأصلين والعربية۔

(بغیۃ الوعاۃ، ج ۱،ص ۶۳)

رہے گا اور یوں ہی ان کا چرچہ رہے گا
پڑے خاک ہوجائیں جل جانے والے

ہم مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادے کو (جواب اس دنیا میں نہیں رہے مگر ان کے توسط سے ان کے متبعین کو) صرف یہی جواب دیتے ہیں ان کی علماء دشمنی کی وجہ سے کہ

اکل امرء الفیٰ اباہ مقصراً
معاد لاھل المکرمات الاوائل

الغرض مفتی صاحب اور ان کے ہم پلہ شکم پرستوں کے پاس قبور پر گنبد بنانے کی کوئی صحیح روایت اور دلیل موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف دلائل کے انبار ہیں جن کے جوابات دینے سے صاحب مقیاس عاجز آچکے ہیں ایک منصف اور حق کے متلاشی کیلئے یہ وزنی اور ٹھوس دلائل کافی ہیں البتہ معاند اور سرکش کیلئے دلائل بے شمار بھی ناکافی ہیں۔

عقل مند کو اک حرف نصیحت ہے کافی
نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

چنانچہ الفقہ الاسلامی میں ہے کہ:

وکرہ احمد الفسطاط والخیمہ علی القبر عملاً بوصیۃ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کمارو ی احمد فی مسندہ وبامر ابن عمر رضی اللہ عنہ ینزع فسطاط علی قبر عبدالرحمن

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۵۵۳)

ترجمہ: امام احمد ابن حنبلؒ نے قبر پر گنبد اور خیمہ کو مکروہ فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جیسا کہ امام احمد ابن حنبلؒ نے مسند احمد میں روایت لائی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا حضرت عبدالرحمنؓ کی قبر سے خیمہ ہٹانے کا حکم دینے کی وجہ سے مکروہ فرمایا۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کو دلیل بناتے ہوئے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس قبہ زنی اور بناء فسطاط کو مکروہ فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ فعل آقا نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور آئمہ اہل السنت

والجماعت کے نزدیک قبیح و بدعت ہے، وللہ درہ

خیر امور الدین ما کان سنۃً

وشر الامور المحدثات البدائع

شیخ الاسلام علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرادوی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وحرم الفسطاط ایضاً وکرہ الامام احمد الفسطاط والخیمہ

(الانصاف ج ۲ ص ۵۵)

اور گنبد بنانا حرام ہے اور امام احمد ابن حنبل ؒ نے گنبد اور خیمہ بنانے کو مکروہ کہا ہے۔

قارئین کرام: ہم ان عبارات کی موجودگی میں بدعتی حضرات سے صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی ست

شیخ منصور بھوتی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۱ھ فرماتے ہیں کہ:

(وَقَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ فِي) كِتَابِهِ (إغَاثَةِ اللَّهْفَانِ) مِنْ مَكَايِدِ الشَّيْطَانِ (يَجِبُ هَدْمُ الْقِبَابِ الَّتِي عَلَى الْقُبُورِ لِأَنَّهَا أُسِسَتْ عَلَى مَعْصِيَةِ الرَّسُولِ۔

(کشف القناع الشیخ منصور البھوتی ج ۲ ص ۱۳۹)

ترجمہ: علامہ ابن القیم فرماتے ہیں گنبدوں کو گرانا واجب ہے اس لئے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصیۃ (نافرمانی) کرکے بنائے گئے ہیں۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ

وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَدْيِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْلِيَةُ الْقُبُورِ۔۔۔۔۔۔۔وَلَا بِنَاءُ الْقِبَابِ عَلَيْهَا، فَكُلُّ هَذَا بِدْعَةٌ مَكْرُوهَةٌ، مُخَالِفَةٌ لِهَدْيِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(زادالمعاد ج ۱ ص ۲۵۴ فَصْلٌ فِي تَعْلِيَةِ الْقُبُورِ۔ دار الفجر)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں میں سے قبروں کو بلند بنانا نہیں اور نہ ہی گنبد بنانا قبروں پر یہ سب بدعۃ اور مکروہ ہیں۔

مالکی مسلک

قارئین کرام: جو مسلک ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہے وہی مسلک بعینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اس بدعات کے بارے میں ہے۔

چنانچہ علامہ حلبی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ویکرہ التجصیص القبر وتطیینیہ وبہ قالت الائمہ الثلاثہ۔ وعن ابی حنیفہ انہ یکرہ ان یبنی علیہ بناء الخ کمامر۔ (کبیری ص ۵۱۶ کتبہ نعمانیہ)

ترجمہ: اور مکروہ ہے قبر کو پختہ کرنا اور لپائی کرنا یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ قبروں پر عمارت بنانا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں ائمہ اربعہؒ رحمۃ اللہ علیہم کی رائے بھی واضح ہوگئی کہ وہ اس بناء کو مکروہ فرمارہے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ اس گچ وغیرہ کو مکروہ کہہ رہے ہیں اور قبر کو پختہ کرنے سے بھی روک رہے ہیں۔

اور معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ قبروں پر کچھ بنانا

مکروہ ہے اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ احادیث کی روشنی میں ائمہ کے اجماع پر عمل کرلے یا پھر ان احادیث واقوال آئمہؒ سے ہٹ کر کھلی بغاوت کر لے۔لیکن دونوں کا انجام واضح ہے کہ کون سا گروہ کس جگہ قیام فرمائے گا۔

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

اور طبقہ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے مولوی عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ:

ان رفع القبور زیادۃ علی القدر الماذون فیه محرم وقد صرح بذالک اصحاب احمد وجماعۃ من اصحاب الشافعی و مالک

(تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۰۳)

ترجمہ: قبروں کو ماذون شرعی سے بلند کرنا شریعت میں زیادتی ہے اور یہ حرام ہے اور اسی پر امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی جماعت نے تصریح فرمادی ہے۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تمام آئمہ کے نزدیک اس بات کی صراحت ہے کہ قبر کو ماذون شرعی سے بلند کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبروں کے بلند کرنے کے بارے میں بریلوی متفرد ہیں اور ان میں سے بعض ناجائز اور خلاف سنت ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ خود بریلوی مذہب کے مجدد صاحب ہی اس کو خلاف سنت کہتے ہیں (جیسے کہ ان شاء اللہ آگے تفصیل آئے گی)

صاحب مقیاس جنت لکھتا ہے کہ طبقہ بریلوی اپنے مدعا پر دلیل رکھتا ہے (ص ۲۲)۔

حالانکہ مسلک اہلسنت طبقہ (مشرب) دیوبند اپنے مدعا پر صرف دلیل ہی نہیں بلکہ دلائل رکھتا ہے صرف فضائی دلیل تو مفتی صاحب کے مذہب میں دلیل ہے۔قسم کھارکھی ہے کہ بدعات کی رسی کو تھامے رکھنا ہے اللہ کی رسی چھٹتی ہے تو بھلے چھٹے۔

محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقي المالكي رحمۃ اللہ علیہ (المتوفى:1230ھ) لکھتے ہیں کہ:

(وَ) كُرِهَ (تَطْيِينُ قَبْرٍ) أَيْ تَلْبِيسُهُ بِالطِّينِ (أَوْ تَبْيِيضُهُ) بِالْجِيرِ (وَبِنَاءٌ عَلَيْهِ) أَيْ عَلَى الْقَبْرِ كَقُبَّةٍ أَوْ بَيْتٍ أَوْ مَدْرَسَةٍ (أَوْ تَحْوِيزٌ) عَلَيْهِ بِأَنْ يُبْنَى حَوْلَهُ حِيطَانٌ تُحْدِقُ

بِهِ إِنْ كَانَ ذَلِكَ بِأَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ بِإِذْنٍ أَوْ مَوَاتٍ

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج ۱، ص ۴۲۴)

ترجمہ: اور مکروہ ہے قبر کی لپائی کرنا اور اس پر نقش ونگار کرنا اور اس پر کچھ بنانا۔

امام قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تفصیل لکھی ہے کہ یہ بناء ناجائز ہے جس کی تفصیل آگے چل کر اس مضمون کے خاتمے میں ہم بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قارئین کرام: انصاف سے فرمائیں کہ کیا مذاہب اربعہ کے حوالوں سے اجماع ثابت ہوا یا نہیں؟ باوجود احادیث کے ورود اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال اور ائمہ اربعہ اور مفسرین ومحدثین وفقہاء رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات کے بھی اگر کوئی صاحب کسی ناجائز وقبیح فعل کے جواز کے فتوے دے اور پھر دعوائے عشق بھی کرے تو ایسے شخص کو راست گو کون کہے گا؟

قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف المالکیؒ المتوفی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۴ھ فرماتے ہیں کہ

وَرَوَى جَابِرٌ انَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَهَى أَنْ تُرْفَعَ الْقُبُورُ أَوْ يُبْنَى عَلَيْهَا وَأَمَرَ بِهَدْمِهَا وَتَسْوِيَتِهَا بِالْأَرْضِ وَفَعَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

(المنتقیٰ شرح موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۲، جامع الصلوۃ علی الجنائز)

ترجمہ: اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو بلند کرنے یا اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا اور اس پر بناء کو گرانے اور زمین سے برابر کرنے کا حکم فرمایا۔

سر تھے وہی اور تال وہی پر راگنی کچھ بے وقت سہی
غل تو بہت یاروں نے مچایا پر گئے اکثر مان ہمیں

باب دوئم

بریلوی دلائل کے جوابات

دلیل نمبر۔ ۱: فریق مخالف کی عبارتی خیانت اور اس کی اصل

مفتی صاحب اور صاحب مقیاس علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

شامی جلد اوّل باب الدفن میں ہے کہ:

و قیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ و العلماء و السادات

ترجمہ: علمائے کرام اور سادات میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں۔

درمختار اسی باب الدفن میں ہے کہ

"لا یرفع علیہ بناء و قیل لا بأس بہ و ھو المختار"

ترجمہ: کہ میت کی قبر پر عمارت نہ بنائی جاوے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔ (جاء الحق ص ۲۸۶ مقیاس ص ۱۹)

الجواب: قارئین کرام! کچھ عرض کرنے سے قبل بہتر معلوم ہوتا ہے کہ درمختار اور اس کی شرح ردالمحتار کی پوری عبارت نوٹ کروا دیں۔

درمختار میں علامہ علاؤالدین محمد بن علی الحصکفی الحنفیؒ المتوفی ۸۸ھ لکھتے ہیں کہ:

و لا یطین و لا یرفع علیہ بناء و قیل لا بأس بہ و ھو المختار۔

اور اس کی شرح میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِالی ان قال (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: لَا بَأْسَ بِهِ إلَخْ) الْمُنَاسِبُ ذِكْرُهُ عَقِبَ قَوْلِهِ: وَلَا يُطَيَّنُ لِأَنَّ عِبَارَةَ

السِّرَاجِيَةِ كَمَا نَقَلَهُ الرَّحْمَتِيُّ ذَكَرَ فِي تَجْرِيدِ أَبِي الْفَضْلِ أَنَّ تَطْيِينَ الْقُبُورِ مَكْرُوهٌ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ۔

(ردالمحتار علی الدر المختار ج ا ص ٦٦٢ ۔ رشیدیہ)

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ علماء سادات مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے (کچھ آگے لکھتے ہیں) اور کہا گیا ہے کہ کوئی حرج نہیں، مناسب یہ تھا کہ اس عبارت (وقیل لا بأس به) کو۔۔۔"ولا يطين" (لپائی نہ کی جائے) کے بعد ذکر فرماتے اس لئے کہ فتاویٰ سراجیہ کی عبارت ہے کہ قبر کی لپائی نہ کی جائے وہ مکروہ ہے اور اس حال میں کہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

قارئین کرام! یہ تھی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی اور علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس کا اصل عکس کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ "قیل لا بأس به" اور "وهو المختار" کا تعلق "ولا يطين" کے ساتھ ہے اور مصنف نے اس کو "ولا يرفع الخ" کے بعد بیان کیا ہے۔ لیکن مفتی صاحب عقل ناقص سے اس کو اپنی طرف موڑ رہے ہیں۔ اور وہ عبارت جو صاحب مقیاس لائے ہیں کہ "وقيل لا يكره البناء الخ" تو اس کا مکمل جواب ہم عرض کر دیتے ہیں، وہ یہ ہے کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو "قیل" (صیغہ تمریض) سے نقل کر کے "اما البناء فلم ار من اختار جوازه" سے رد فرمایا۔

اور آگے علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: يُكْرَهُ أَنْ يَبْنِيَ عَلَيْهِ بِنَاءً مِنْ بَيْتٍ أَوْ قُبَّةٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ، لِمَا رَوَى جَابِرٌ »نَهَى رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَنْ تَجْصِيصِ الْقُبُورِ، وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا« رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ۔

(حاشیہ ابن عابدین ج ا ص ٦٦٢ ۔ مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ: بہر حال عمارت کے جواز کا قول کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہ پایا اور اما ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ بنانا یا اس طرح کچھ اور بنانا مکروہ ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی نہی کی وجہ سے۔

قارئین کرام: یہ تھا مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کا فریب کہ انہوں نے عوام کو اپنے دام میں لینے کیلئے کس طرح بے جا عبارت ملا کر ایک اور قلعہ (بزعمِ خود) فتح کر لیا، لیکن یاد رہے کہ حقیقت کاغذ کے پھولوں میں یا بناوٹی اصولوں میں نہیں چھپ سکتی۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ اوپر کے متن کی خود تشریح فرما رہے ہیں اور ''قیل'' کے قول کو رد فرما رہے ہیں، لیکن مفتی صاحب کی مثال تو ایسی ہے کہ خود تو نہیں بدلتے ہاں عبارات بدلنے میں بڑے ہاتھ پیر مارتے ہیں۔

شاید مفتی صاحب یا صاجنرادہ صاحب یہ کہنے کی جسارت کریں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول عوام کی قبروں کی نہی کے متعلق ہے۔ تو قارئین ہی یہ بتائیں کہ کیا قبہ عوام کی قبروں پر ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوتا۔ بزعم خود یہ بہت بڑے ولی کی قبر پر بنایا جاتا ہے چاہے وہ کوئی جاہل اُجڈ ہی کیوں نہ ہو جب ولی کی قبر پر یہ گنبد جائز نہیں تو کسی عام شخص کی قبر پر کس دلیل کی رو سے جائز ہوگا؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گنبد مزار وغیرہ بنانا کسی ولی کی قبر پر اور عام (عوام الناس) کی قبر پر یکساں طور پر ناجائز ہے۔

مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کچھ غور کریں کہ مفتی صاحب اور وہ عوام کو کس گڑھے میں دھکیل رہے ہیں؟ اور کس طرح عبارات بدل بدل کر پیش کر رہے ہیں؟ آیا انہیں اپنی آخرت کی فکر نہیں ہے؟ اور صاحب مقیاس اس استدلال کے تحت لکھی گئی اپنی عبارت پر کتنا عمل کر رہے ہیں۔

کیا صاحب مقیاس انعام والوں کے راستے پر چل رہے ہیں! یا مغضوب علیہ کے راستے پر؟ ہماری عبارت پڑھ کر فیصلہ کریں۔

صاجنرادہ فریب سے بھری مقیاس کی اس عبارت کا ہمیں ہضم نہ ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں جبکہ خود صاحب مقیاس کو احناف کی فیصلہ کن عبارات گلے سے نہیں اتر رہی۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

{مفتی صاحب کی قرآنی دلیل اور اس کی صحیح تفسیر}

دلیل نمبر ۲

مفتی صاحب نے ایک قرآنی دلیل پیش کی ہے اور بزعم خود بڑی ہی وزنی دلیل ہے، لیکن صاحب مقیاس نے اس دلیل کو نقل نہ کیا صرف اس لئے کہ وہ مفتی صاحب کی اس مفتیانہ نادانی کو سمجھ گیا ہوگا۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی مزارات کے ارد گرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے اس کا ثبوت قرآن کریم صحابہ کرامؓ و عامۃ المسلمین کے عمل اور علمائے کرام کے اقوال سے ہے، قرآن کریم نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے کہا:

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰىٓ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عليهم مسجدا

ترجمہ: وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے''۔ (جاءالحق ص ۲۸۲)

الجواب: قارئین کرام! یہ مفتی صاحب کی وہ دلیل ہے جسے وہ قرآن سے لائے ہیں اور بزعم خود بڑی بھاری ہے اور اس دلیل کو مزید مستحکم کرنے کیلئے لکھتے ہیں کہ: ''قرآن نے ان

لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرو قبہ اور مقبر بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی بات کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں"۔ (جاء الحق ص ۲۸۴)۔

قارئین کرام: آپ نے مفتی صاحب کی قرآنی دلیل اور اس پر تفسیر ملاحظہ فرمائی ہے کہ کس طرح وہ اپنی طرف سے تشریح و تفسیر کر رہے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

مَنْ قَالَ فی القرآن بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّ امقعدہ من النار (ترمذی۔ مشکوٰۃ ج ا ص ۳۵)

ترجمہ: جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ: "قرآن نے اس فعل کو برا نہ کہا اس لئے صحیح ہے"، تو مفتی صاحب کو چاہیئے تھا کہ حدیث کی طرف رجوع کرتے قرآن کی تفسیر میں اپنا دخل نہ دیتے اور منکرین حدیث کی صف میں نہ جا گرتے، لیکن!

کس قدر بے توفیق ہیں مفتیانِ بریلوی
خود بدلتے ہی نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

قارئین کرام: آیا یہ حدیث کا انکار نہیں کہ قرآن میں اپنی رائے کو دخل دے رہے ہیں حالانکہ محمد عربی صاحب شرف و کمال منبع حسن و جمال نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاف اور صریح ارشاد موجود ہے کہ:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔

شاید بریلوی حضرات اور صاحب مقیاس یہ اعتراض کریں کہ یہ حدیث تم اپنی طرف سے قرآن کی آیت پر چسپاں کر رہے ہو، تو آئیے مفسرین کی رائے بھی لے لیں تاکہ تشفی قلب ہو جائے۔ اور دعویٰ مزید مبرہن ہو جائے۔

امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مفتی صاحب نے اس استدلال میں بے حد خیانت سے کام لیا ہے ہم سرے دست صرف

ایک ہی تفسیر کا حوالہ عرض کرتے ہیں اگر مفتی صاحب کو توفیق ہوئی اور انہوں نے کچھ لکھا تو ان شاء اللہ پھر تفصیل کے ساتھ ہم کچھ عرض کریں گے (لیکن مفتی صاحب بے توفیق ہی چل بسے ۔۔ساجد)

عمدۃ المفسرین حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

حَكَى ابْنُ جَرِيرٍ فِي الْقَائِلِينَ ذَلِكَ قَوْلَيْنِ أَحَدُهُمَا إِنَّهُمُ الْمُسْلِمُونَ مِنْهُمْ. وَالثَّانِي أَهْلُ الشِّرْكِ مِنْهُمْ، فَاللهُ أَعْلَمُ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الَّذِينَ قَالُوا ذَلِكَ هُمْ أَصْحَابُ الْكَلِمَةِ وَالنُّفُوذِ، وَلَكِنْ هَلْ هُمْ مَحْمُودُونَ أَمْ لَا؟ فِيهِ نَظَرٌ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَافَعَلُوا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۸۷ ص ۱۰۶ ج ۳، قدیمی)

ترجمہ: امام ابن جریرؒ نے ان قائلین کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ کہنے والے ان میں سے جو مسلمان تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کہنے والے ان میں مشرک تھے، سو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو کلمہ پڑھنے والے بااثر تھے لیکن کیا ان کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم؟ اس میں کلام ہے، کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء کرام کی قبروں پر مسجد یں بنائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان کے فعل سے پرہیز کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان قائلین کے بارے میں قطعیت نہیں ایک قول کی بناء پر یہ مسجد مشرکوں نے بنائی تھی اور دوسری ظاہری قول کی بناء پر مسلمانوں نے اور یہ مسلمان اس امت کے نہ تھے۔ جیسا کہ مفتی صاحب مطلق مسلمانوں کا لفظ بول کر عوام کو دھوکہ دے رہا ہے بلکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے تھے اور صحیح قول کی بناء پر عیسائی

تھے جو اس وقت اہل توحید تھے اہل کلمہ تھے۔ اوپر پھر بقول ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان کا یہ مسجد بنانا مذموم تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء کرام کی قبروں پر مسجدیں بنائیں اور ظاہر امر ہے۔ کہ جس فعل پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعنت بھیجی وہ کبھی بھی محمود اور پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اور آپ نے ارشاد محض اس لئے فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ایسی ناشائستہ حرکات سے اجتناب و پرہیز کرے۔

یحذر مافعلوا تعجب اور حیرت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان لوگوں کی قباحت بیان کریں جنہوں نے یہ کاروائی کی اور اپنی امت کو پرہیز کی تلقین فرمائیں اور مفتی احمد یار صاحب اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے اور لوگوں کی اس فعل پر آمادہ کرے اور کہے کہ دیوبندی اور سرفراز قرآن وحدیث اور فقہاء کے خلاف ہیں ''لاحوالہ ولا قوۃ الا باللہ''۔

مفتی صاحب خدارا ارشاد تو فرمایئے کہ بات کیا ہے؟ کیوں عوام الناس کو ان کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مزید گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہو اور اپنی قبر بھاری کررہے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مغالطہ ہو کہ اگر ہم غلط کار ہیں تو لوگ ہماری بات کیوں مانتے ہیں؟ تو مفتی صاحب یہ نرا دھوکہ ہے کیونکہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس کے حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ غلط کاروں کی پیروی کرنے والے زیادہ ہیں کیا ہی خوب کہا گیا ہے۔

زمانہ اس قدر قائل ہوا ہے فیض جھوٹوں کا
جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر مفتی صاحب کی پیش کردہ آیت سے قبروں پر مسجدیں بنانے بنانے کا جواز ثابت ہوتا ہے یا کچھ گنجائش بھی ہوتی تو امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید محمود الوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم قبروں پر مسجد کے گرانے کا سنگین حکم کبھی نہ دیتے (علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ آگے آنے والا ہے: ساجد) جب کہ یہ حضرات قران وحدیث اور فقہ اسلامی جیسے علوم کے اپنے اپنے دور میں مسلم عالم تھے پھر کیونکر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس آیت کا مطلب وہ ہے جو مفتی

صاحب نے اختراع کیا ہے؟ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں مفتی صاحب تو دیوبندیوں کو عیسائیوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:
''اب دیوبندیت عیسائیت کی طرح کتابوں کی زینت رہ گئی ہے'' بلفظہ (راہ جنت صفحہ ۴) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: ''دیوبندی مذہب بھی عیسائیوں کی طرح ناقابل عمل ہے'' الخ (راہ جنت صفحہ ۴۹) مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ دیوبندیوں کا دامن قرآن و حدیث اور سلفِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کے ہاتھ میں اپنے عقائد واعمال کے اثبات پر قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے روشن اور محکم دلائل ہیں اور ان کا قول وفعل اور ظاہر و باطن یکساں ہے۔ بعض افراد کی عملی کمزوریوں اور لغزشوں کا نام دیوبندی مذہب نہیں ہے۔ اگر مفتی صاحب خواہش رکھیں تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی جماعت کے افراد کے سنگین اور گھناؤنے واقعات عرض کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب تو دیوبندیوں کو عیسائیوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں لیکن خود خیر سے عیسائیوں کے فعل اور کاروائی سے احتجاج کرتے ہیں جس کو بطورِ حکایت قرآن پاک نے نقل کیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کے لفظ کے ساتھ ان کے عمل کی پُر زور تردید کی ہے اور اس کو مذموم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا جاچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے''۔

(باب جنت ص ۴۰ تا ۴۳)

اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا کہ ہم سے پہلے کی شریعتیں ہم پر لازم ہیں۔ تو اس کا جواب اگرچہ پہلی عبارت کے ضمن میں گزر چکا ہے لیکن تفصیل کرتے چلیں۔

علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود الوسی البغدادی الحنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں کہ:

لأنا نقول: مذهبنا في شرع من قبلنا وإن كان إنه يلزمنا على أن شريعتنا لكن لا مطلقا بل إن قصة الله تعالى علينا بلا إنكار وإنكار رسوله صلى الله عليه وسلم كإنكاره عزوجل۔ (روح المعاني جلد ۱۵ ص ۲۰۲)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ ہمارا شرائع من قبلنا کے متعلق یہ حکم ہے کہ وہ ہم پر لازم ہیں لیکن

مطلقاً نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بیان کیے بغیر انکار کے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اللہ عزوجل کے انکار کی طرح ہے۔

معلوم ہوا کہ جب جس شریعت من قبلنا پر اللہ تعالیٰ نے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا ہو تو وہ ہم پر لازم نہیں بلکہ ترک لازم ہوگا۔ اور آگے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لعن الذين يتخذون المساجد على القبور (روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۳۰۲)

باقی علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر بہت طویل بحث کی ہے ہم طوالت کے خوف سے اس عبارت کو پورا نقل نہیں کرتے بلکہ بقدرے ضرورت پیش کر دیتے ہیں۔

جو لوگ اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں ان کے بارے میں علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وقد رأيت من يبيح ما يفعله الجهلة في قبور الصالحين من أشرافها وبنائه بالجص والآجر وتعليق القناديل عليها والصلاة إليها والطواف بها واستلامها والاجتماع عندها في أوقات مخصوصة إلى غير ذلك محتجا بهذه الآية الكريمة۔

(روح المعانی جلد ۱۵ ص ۳۰۳)

ترجمہ: اور تحقیق میں نے اس لوگوں کو دیکھا کہ جو اس کام کو مباح قرار دیتے ہیں جو جاہل لوگ صلحاء کی قبروں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں ان کو بلند کرنے سے اور ان پر عمارت بنانے سے پختہ اینٹوں کے ساتھ اور چراغ لٹکانے سے اس قبر پر وہ اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تو فرمارہے ہیں کہ جاہل لوگوں کے فعل ناجائز جو وہ قبروں کے ساتھ کرتے ہیں اس کو مباح قرار دینے کیلئے کچھ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں لیکن ہمارے یہاں جاہل لوگ نہیں بلکہ حکیم الامت اور مفتی کہلانے والے حضرات اس فعل کے مرتکب ہیں معلوم ہوا کہ ان کا علم بھی جہل کے برابر ہے کہ جس سے یہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھا

رہے ہیں۔

قارئین کرام! لیجیئے قرآن سے بھی حدیث کیطرح قبوں اور گنبدوں کے عدمِ جواز پر دلیل ہوگئی اب صاحب مقیاس کوکہیں اور ہاتھ چلانا چاہیئے شاید کوئی دور کی دلیل مل جائے اور کھینچ تان کر مستدل بنالیں۔

علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا یہ فعل شرائع متقدمہ سے ہے جب کہ تو نے سنا ہے کہ یہود ونصاریٰ کولعنت کی گئی ہے بسبب اس کے کہ انہوں نے قبروں کوسجدہ گا بنایا (آگے فرماتے ہیں)

ان الاتخاذ کان علیٰ کهفهم فوق الجبل ۔کہ یہ بناء قبر پرنہیں تھی بلکہ پہاڑ پرتھی جس پہاڑ میں ان کی غارتھی۔ (روح المعانی ص ۳۰۳ ج ۱۵)

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصرت عنه افهام الرجال

قارئین کرام: آپ نے راہِ سنت اور بابِ جنت کے حوالے بھی ملاحظہ فرمالئے اور جاء الحق کے استدلال کی اصل بھی نذرقارئین ہوگئی لیکن بایں ہمہ مفتی صاحب اور صاحب مقیاس بزعمِ خود حق پر ہیں اور ہم باطل پر وہ مسلمان ہیں اور ہم کافر وہ سنی ہیں اور ہم معتزلی وہ عاشق اور ہم گستاخ وغیرہ سبحان اللہ۔

وفا کی ہم نے اور تم نے جفا کی
تم اچھے ہم بُرے قدرت خدا کی

نوٹ: قرآن کریم کی اس آیت کے تحت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع لاحکام القرآن'' میں بھی یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے جس کو ہم اس موضوع کے اختتام پر ذکر فرمائیں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی وہیں ذکر کریں گے۔ (ساجد)

اگر حق پسند ہے اے جنت کے طالب
تو دنیا میں حق کو نہ ہرگز بھلانا
مزاروں پر گنبد کا ہے فائدہ کیا؟

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تو اس کام سے تجھ کو روکا
پسند ہے اگر طریق صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
مقابر پہ گنبد نہ ہرگز بنانا

دلیل نمبر ۳

{ قبوری شریعت کا فریب درفریب اور اس کی اصلاح }

مفتی صاحب طحطاوی علی المراقی کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وقد اعتادو اهل المصر وضع الاحجار حفظاً للقبور من الا ندر اس والنبش ولابأس به وفي الدرر ولا يجصص ولايطين ولايرفع عليه بناء وقيل لأبس به وهو المختار (جاء الحق ص ۲۸۶)

ترجمہ: مصر کے قریب لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں تا کہ وہ مٹی اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو گچ نہ کی جاوے نہ گھگل کی جاوئے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے (ترجمہ مفتی صاحب کا اپنا ہے)۔

الجواب : قارئین کرام مفتی صاحب نے اس عبارت میں خیانت سے کام لیا ہے مفتی صاحب پہلے یہی عبارت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں لیکن اس دفعہ وہ اس کو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کر کے عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں اس لئے کہ اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہو رہا ہے۔

اس لئے کہ مفتی صاحب کا مدعا قبروں کو پختہ کرنا اس پر عمارت بنانا اور گنبد تعمیر کرانا ہے لیکن دلیل یہ دی ہے کہ قبروں کی حفاظت کیلئے اس کے ارد گرد پتھر رکھنا یہ جائز ہے اور پھر دلیل بھی مصر کے لوگوں کے عمل کی دی ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یا تو وہاں زمین پر پانی کے سیلان کی وجہ سے قبر بہہ جاتی ہوگی یا پھر یہ پتھر نشانی کے طور پر رکھے جاتے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

قارئین کرام: علامہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو ہم استدلال **نمبر** ۱ میں مفصل حل کر چکے ہیں فلیراجع۔ اور رہا مسئلہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو ان کی اسی طحطاوی علی المراقی میں آپ کو ان کی رائے دکھلا دیتے ہیں۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ الحنفی المتوفی ۱۲۱۳ھ فرماتے ہیں کہ:

نھی عن تجصیص القبور و تکلیلھا و ھی القباب (طحطاوی علی المراقی ص ۶۱۱)

ترجمہ: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو گچ کرنے سے اور تکلیل سے منع فرمایا آگے فرماتے ہیں کہ تکلیل سے مراد قبے ہیں۔ وکذٰ فی تاتارخانیہ ج ۲ ص ۱۳۰ قدیمی۔

یہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہے جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ طحطاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان قبوں (گنبدوں) کے ناجائز ہونے کے قائل تھے اور یہ صرف ان کی رائے ہی نہیں بلکہ وہ حدیث کی تشریح میں یہی فتویٰ دے رہے ہیں اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر ایک ذی فہم آدمی کو غور کرنے سے یہ بات بھی آشکارا ہو جائے گی کہ وقیل لابأس بہ وھو المختار کا تعلق ولایطین کے ساتھ ہے کیونکہ وہ ماقبل کی عبارت (جو مفتی صاحب نے پیش کی) قبر پر صرف پتھر رکھنے پر ہے لیکن مفتی صاحب اس عبارت کو اپنی طرف کھینچنے کیلئے زور لگا رہے ہیں اور رہی وہ عبارت جو مفتی صاحب نے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اور روح البیان سے پیش کی کہ ان میں:

علی قبور المشائخ و علی قبور الفضلاء کا لفظ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اباح السلف البناء علیٰ قبور المشائخ الخ اور اس سے ملتی جلتی عبارت روح البیان کی ہے تو

یہ استدلال مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کو چنداں مفید نہیں ہے۔

اولاً: اس لئے کہ اس عبارت میں لفظ علیٰ ہے اگر مفتی صاحب اس عبارت میں لفظ علیٰ کو حقیقی معنیٰ میں لیں تو یہ ان کو فائدہ مند نہیں کیونکہ انہوں نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں بھی حقیقی معنیٰ مراد لیا تھا یعنی یہ بات وہ بھی مانتے ہیں کہ قبر پر اس طرح بناء کی جائے کہ قبر کی دیوار پر ہو تو ناجائز ہے۔(مقیاس ص ۹ بحوالہ جاء الحق)

اس صورت میں مندرجہ بالا عبارت کا معنی یہ بنے گا کہ مشائخ کی قبروں کی دیواروں پر مزار بنانا جائز ہے اور اس کو خود مفتی صاحب ناجائز کہہ چکے ہیں۔

اور اگر مجازی معنی مراد لے لیں تو یہ معنی ہوگا کہ قبر کے اردگرد قبہ جائز ہے حالانکہ شہروں میں یہ معنی کے برخلاف ہے۔(فلیراجع ولیشاھد)۔

ثانیاً: صاف اور صریح حدیث کے مقابلہ میں کیا کسی ایک کا قول معتبر ہے جب کہ تمام شارحین حدیث اس بات کا فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز ہے۔

ثالثاً: یہ کہ جب کسی عالم کے قول سے کراہت تحریمی ثابت نہیں ہوسکتی تو حدیث کے مقابلے میں جواز کا فتویٰ کیسے دیا جائے گا۔

رابعاً: یہ ممکن ہے کہ علماء اپنے زمانہ کیلئے جواز کا فتویٰ دے رہے ہوں جب کہ ان کے بعد کے علماء سے عدم جواز کا ثبوت ہے جس کی مفصل و مدلل تشریح استدلال نمبر ۱۰ میں آجائے گی کہ بعض مسائل زمان و مکان سے بدلتے رہتے ہیں یعنی صاحب روح البیان کی وفات ۱۱۳۷ھ اور علامہ آلوسیؒ کی ۱۲۷۰ھ ہے۔تو علامہ آلوسیؒ کے فتوے کو ترجیح حاصل ہوگی۔

خامساً: اس لئے کہ صاحب روح البیان ایک صوفی مزاج عالم ہے انہوں نے اپنی تفسیر میں بعض رطب و یابس جمع کئے ہیں اور نہ وہ فقیہ اور مجتہد ہیں کہ دلیل کے بغیر ان کے اس قول کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں حجت تسلیم کیا جائے۔بلکہ وہ ایک لطائف نگار بزرگ اور صوفی ہیں اور باب تفسیر میں اور علی الخصوص ائمہ تفسیر کے مقابلے میں ان کے قول کی کوئی خاص وقعت بھی نہیں ہے۔

جیسے کہ ہم عمدۃ المفسرین علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ دوران مفسر قرآن سید محمود

الوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ جیسی معتبر بین الفریقین شخصیات کی عبارت کو صفحہ قرطاس میں زیرِ قلم کرتے چلے آئیں ہیں۔

واعظ کی حجتوں سے قائل تو ہو گئے تم
کوئی جواب شافی اس پر نہ بن پایا

دلیل نمبر ۴

{فریق مخالف کا منگھڑت ترجمہ اور اس کی حقیقت}

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ شامی باب الدفن میں ہے کہ:

وتکرہ الزیادۃ علیہ لما فی المسلم نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیہ۔

ترجمہ: اور قبروں کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر گچ بنانے سے منع فرمایا۔

درمختار اسی باب میں ہے کہ **وتکرہ الزیادۃ علیہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء۔**

کہ قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے۔ کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجے میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بناء یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجائے اور گنبد بنانا حول القبر ہے یعنی کہ ارد گرد پر ممنوع نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کیلئے ہے (جاء الحق ص ۲۹ مقیاس جنت ص ۹)

الجواب: قارئین کرام! یہ ہے جاء الحق اور مقیاس کی عبارت اور صاحب مقیاس کی فریب کاری اس عبارت میں مفتی صاحب نے جو "ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے" عبارت پیش کی ہے کونسے لفظ کا ترجمہ ہے؟ اس کا جواب صاحب مقیاس پر لازم ہے آیا صاحب مقیاس ہمیں شامی کی کسی عبارت سے ثابت کر کے دکھا سکتے ہیں جس میں صراحتاً قبر کو ایک ہاتھ تک بنانے کا ثبوت ہو؟ ہرگز نہیں پیش کر سکتے۔

یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہے اور ان کی عبارت میں خیانت اور دھوکہ کی اعلیٰ مثال ہے حالانکہ علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۵۹۳ھ لکھتے ہیں کہ:

من شاهد قبره علیه السلام اخبر انه مسنم (ہدایہ جلد ا صفحہ ۱۹۷)

ترجمہ: کہ جس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کا مشاہدہ کیا ہے اس نے خبر دی ہے کہ وہ مثل کوہان ہے۔

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وقال الشعبی رأیت قبور احد مسنمة۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۹۵)

ترجمہ: امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے شہیدوں کی قبروں کو دیکھا وہ مثل کوہان تھیں۔

ان دو حوالوں سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں مسنم تھیں اور مسنم مقدار کو علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

ومقدار التسنم ان یکون مرتفعاً من الارض قدر شبر او اکثر قلیلاً

(بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۶۵)

ترجمہ: اور کوہان کی طرح بلند کرنے کی مقدار ایک بالشت زمین سے اوپر ہو یا کچھ زیادہ۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہداء احد اور دوسری کتب کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کی

قبریں ایک بالشت سے بلند نہ تھیں۔ تو صاحب مقیاس جنت کا یہ کہنا کہ یہ حکم عام مسلمانوں کیلئے ہے خواص کی قبریں ایک بالشت سے اونچی بھی ہوسکتی ہیں۔ (صفحہ ۹)

سراسر بے بنیاد قول ہے۔

اولاً: اس لئے کہ آپ ﷺ کے بیٹے اور حضرات شیخین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم اور شہداء احد کی قبریں ایک بالشت سے اونچی نہیں بنائی گئیں بلکہ خود آپ ﷺ کی قبر ایک بالشت کے بقدر بلند بنائی گئی ہے اور اس بات میں کس کو شک ہوسکتا ہے کہ یہ تمام حضرات اُس زمانے کے بلکہ پورے زمانے کے اولیاء اتقیاء فقہاء سے افضل تھے۔

ثانیاً: خود بریلوی حضرات کے مجدد صاحب بھی اس بلندی کو خلاف سنت کہتے ہیں اور (بزعم بریلویاں) خواص کی قبروں پر ناروا سمجھتے ہیں ان سے سوال کیا گیا کہ قبروں کو اونچا بنانا کیسا ہے؟

ارشاد: خلاف سنت ہے۔ میرے والد ماجد اور والدہ ماجدہ اور بھائی کی قبریں ایک بالشت سے اونچی نہ ہونگی (ملفوظات صفحہ ۷۶ حصہ سوم)۔

اور خان صاحب کی وصیت ہے کہ: "میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے"۔

(وصایا شریف صفحہ ۷)

اور نیز لکھتے ہیں کہ: "جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں"۔ (ملفوظات صفحہ ۴۵)

اب عبارات کو تطبیق دیں اور بریلوی حضرات خود ہی گھر بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ کونسی بات پر عمل کریں؟ کیونکہ یہ ان کے گھر کا مسئلہ ہے بہر حال ہم نے تو سنت کا دامن نہیں چھوڑنا۔ خان صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: "بلندی ایک بالشت سے زیادہ اونچی نہ ہو اور صورت ڈھلوان بنایا جائے" (فتویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

اور قدر شبر اور قدر اصابع کی عبارات ملاحظہ ہوں (رمز الحقائق جلد ا صفحہ ۶۷) (شرح مسلم ج ا

ص ۳۱۲)(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۹۸)(رکن الدین صفحہ ۲۰۷)(المحلی جلد ۵ صفحہ ۱۳۲)(عالمگیری صفحہ ۱۶۶)(سنن الکبریٰ)(الجوہرۃ النیرۃ وخلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)(فتح الباری)(غنیۃ الطالبین صفحہ ۶۴۰)وغیرہم۔

چنانچہ ابن قدامہ المتوفی ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:

ویرفع القبر عن الارض قدر شبر۔(المغنی ج ۲ ص ۳۸)

ترجمہ: اور قبروں کو زمین سے ایک بالشت کی بقدر اونچا کیا جائے۔

اور علامہ ابن قدامہ المقدسی حنبلی المتوفی ۶۸۲ھ فرماتے ہیں کہ:

ویرفع القبر عن الارض قدر شبر مسنما(شرح کبیر ج ۲ ص ۳۸)۔

اور رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ گنبد بنانا حول القبر ہے یعنی کہ ارد گرد پر ممنوع نہیں ہے یہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: اس لیے کہ قارئین آپ نے کچھ پیچھے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پڑھا کہ وہ کس طرح حدیث میں تکلیل سے قبہ (گنبد) کا معنی کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حدیث میں صراحتاً گنبدوں کی نہی موجود ہے۔

ثانیا: یہ کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو ان یبنیٰ کا لفظ ہے اسی سے مراد حول القبر ہے جس طرح کہ بعض کا کہنا ہے کہ۔ او المراد البناء حول القبر (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۴۹۹)

ترجمہ: اس سے مراد گنبدوں کے ارد گرد بنانا ہے۔

قارئین کرام: تو معلوم ہوا کہ علیٰ عموم مجاز کیلئے ہے کیونکہ دیوار قبر پر تو مفتی صاحب بھی مانتے ہیں کہ ناجائز ہے لیکن اب یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ ارد گرد بھی ناجائز ہے۔ حدیث کے شارحین اور قرآن کے مفسرین کچھ کہیں اور مفتی صاحب اور صاحب مقیاس الگ محاذ کھول بیٹھیں اور پھر عوام کو یہ باور کرائیں کہ علماء دیوبند یہ کہتے ہیں اور وہابی یہ کہتے ہیں۔ تو یہ کہاں کی عقلمندی اور کہاں کی دانش وری ہے؟۔

قارئین کرام: آپ کو یقینا معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ صرف دیوبندی ہی نہیں کہتے بلکہ علماء اسلاف کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کی قبروں کیلئے ہے (صفحہ ۲۹۰) یہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً : اس لئے کہ حدیث مطلق ہے اس میں کوئی ولی اور غیر ولی کی قید نہیں اور یہ حدیث لسان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادا ہوئی تو مسلمان سارے ہی ولی تھے کیونکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے بڑے بعد الانبیاء علیہم السلام اور کوئی ولی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بعد والوں کیلئے ہے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو اور نافذ العمل بعد والوں کیلئے ہو۔ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

ثانیاً : صاحب مقیاس ذرا ہوش کریں اور بتائیں کہ ولی اور غیر ولی کی قید حدیث میں کہاں ہے؟ جبکہ اس کے مخالف کوئی حدیث موجود نہیں۔ اپنی طرف سے مطلق حدیث کو مقید کرنے سے تو بہت سے گمراہی کے باب کھل جائیں گے اور اس سے دیگر گمراہ فرقے بھی فائدہ اٹھائیں گے ایسی دلیل اس قابل ہے کہ:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی قرآن وحدیث کا مطلق اور عام حکم ہمیشہ اپنے عموم پر رہتا ہے اسے اپنی طرف سے خاص کرنا جائز نہیں ہوتا۔

قارئین کرام : یہ بات یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اولیاء وغیر اولیاء کا حکم برابر ہے جیسا کہ احناف کے مسلک کے تحت ہم نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ الوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذکر کر دی ہے (دلیل نمبر ۲ میں) جس سے معلوم ہوا کہ اس کا حکم ولی اور غیر ولی کیلئے یکساں ہے اور کسی کی قبر پر شریعت اجازت نہیں دیتی۔

اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حکم (گرانا، برابر کرنا قبروں کو) زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے ممانعت شرعی نہیں ہے۔

(جاء الحق ص ۲۹۱)

مفتی صاحب نے اس عبارت میں تو کمال کی ٹانگ ہی توڑ دی کس طرح دیدہ دلیری سے اس حکم کو اپنے لئے جائز کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں (سبحان اللہ)، جبکہ یہ قول بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً : امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر بالفرض یہ حکم زہد وتقویٰ کے تحت تھا تو تمہیں یہ زہد وتقویٰ کیوں راس نہیں آتا''۔

(راہِ سنت ص ۱۸۲)

شاید اس زہد تقویٰ کو بریلوی حضرات نے علماء اہلسنت کیلئے چھوڑ رکھا ہو لیکن پھر بھی اس کے سوا خلاصی تو حاصل ہو ہی نہیں سکتی، چاہے بدعتی جتنے ہی حیلے بہانے کرے اور جواز کی گردان پڑھتا رہے۔

ثانیاً : اگر یہ حکم زہد وتقویٰ کے تحت تھا تو بجائے اس کو ترک کرنے کے اس پر عمل پیرا ہو جانا چاہئے اس لئے کہ جناب الیاس قادری عطاری کتیانوی کہتے ہیں کہ:

''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقویٰ اختیار کرنے کا عہد کرنا چاہئے''۔

(روزنامہ جنگ ۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب یہ تو صاحب مقیاس ہی کے دل پر موقوف ہے کہ اس تقوے پر عمل کرتے ہیں یا الیاس کتیانوی کے قول کو بیہودہ جان کر ترک کرتے ہیں اور اس بات کو کوڑے کی نذر کرتے ہیں.

قارئین کرام : یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ایک حکم شرعی کو یا ایک منہی عنہ فعل کو صرف یہ کہہ کر جان چھڑالی جائے کہ یہ حکم زہد وتقویٰ کے تحت تھا؟ آیا مفتی صاحب کی یہی بات اگر تمام احکامِ شرعیہ پر چسپاں کی جائے تو کیا خیال ہے دین کا اصل حلیہ باقی رہے گا؟ ہر گز نہیں رہے گا بلکہ پھر اسے من پسند اور خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہی کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔

لیکن بدعتی مذہب بھی چونکہ کچھ اسی طرح ہے اس لئے اس پر جہالت کا اطلاق ہی زیادہ مناسب ہوگا چہ جائیکہ اسے دین سے تعلق ہو۔

نمی باشد مخالف قول و فعل راستان باہم

کہ گفتار قلم باشدز رفتار قلم پیدا

اور یہ بھی یاد رہے کہ مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''کیونکہ حدیث رسول کے مقابلے میں جب وہ (امام شافعی) کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہ ہوگا''۔

(ذکر بالجہر ص ۱۲۴)

قارئین کرام: اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مقابلے میں کوئی بات کہہ دیں (اگرچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ امید نہیں کی جاسکتی) تو وہ تو بے وزن اور ناقابل التفات ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ خود اپنے گھر کے کتنے ہی ایسے افراد ہیں کہ جو کہ سراسر حدیث کی مخالفت پر بازو چڑھائے بیٹھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح فرامین کی نافرمانی کی قسم کھائے بیٹھے ہیں لیکن ایسے لوگ پھر بھی مفتی کہلانے کے حقدار ہی نہیں بلکہ ٹھیکدار بنے بیٹھے ہیں (نعوذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ)۔ اور ان کو روکنے والا کوئی ہے۔ کچھ تو غور کیجئے۔!

الٰہی خیر ہو کہ فتنۂ آخر زمان آیا

رہے ایمان و دین باقی کہ وقت امتحان آیا

دلیل نمبر ۵

{فریق مخالف کی بلبلاہٹ اور اس کا علاج}

مفتی صاحب امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ
ومن ذالک قول الآئمہ ان القبر لایبنی ویجصص مع قول ابی حنیفہ یجوز ذالک قال الاول مشدد و الثانی مخفف۔ (جاءالحق ص ۲۸۷)

ترجمہ: (مفتی صاحب کا ترجمہ) اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر عمارت نہ بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجودیکہ امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

آگے مفتی صاحب اسی جگہ لکھتے ہیں کہ:

''اب تو رجسٹری ہوگئی کہ خود امام مذہب کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے''۔ (ص ۲۸۷)

الجواب: قارئین کرام! عبارت کے جواب میں امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ:
ولا نری ان یزاد علیٰ ماخرج منہ ونکرہ ان یجصص او یطین الی ان قان ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھیٰ عن تربیع القبر و تجصیصھا قال محمد علیہ الرحمۃ بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃؒ (کتاب الاثار ص ۹۶۔ ۹۷)

ترجمہ: ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے، اور ہم کروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے، اس لئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے اور اس کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے یہی ہمارا مذہب ہے۔ (راہ سنت ص ۱۸۱) (اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ ساجد)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''آگے اس قلعہ کو فتح کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان صاحب یوں ارقام

فرماتے ہیں کہ: ''اب تو رجسٹری ہوگئی کہ خود امام مذہب کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے''۔ (بلفظہ جاء الحق ص ۲۷۴)

سبحان اللہ دسویں صدی کے ایک صوفی کی بے سروپا روایت سے (جو نقل مذہب میں سینکڑوں غلطیاں کرجاتے ہیں) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قبوں کے جواز پر رجسٹری ہوگئی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نقل سے جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلا واسطہ شاگرد اور نقل مذہب میں بڑے محتاط اور معتبر ہیں ان کے قول اور فتویٰ سے قبوں کے عدمِ جواز پر رجسٹری نہ ہوئی؟''۔ (المنہاج الواضح ص ۱۸۲)

اعتراض: اس عبارت کے جواب میں صاحب مقیاس لکھتے ہیں کہ

''مذکورہ حوالہ میں کونسا لفظ ہے جس کا یہ معنی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے قبورِ اولیاء پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (مقیاس ص ۲۶)

جواب: اگر امام اہلسنت شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں قبے یا عمارت کا لفظ نظر نہیں آیا تو مفتی صاحب کی عبارت میں کونسا لفظ ہے جس سے قبے کا جواز معلوم ہوتا ہے؟۔ اگر مفتی صاحب کی عبارت میں 'بنیٰ' کے لفظ سے اور امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں 'بنیٰ' سے قبول کے جواز پر رجسٹری ہوسکتی ہے تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ''ان یبنی علیہ'' سے قبوں کے عدم جواز کا حکم کیوں نہیں مانتے؟ اور رہی یہ بات کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں قبے کا لفظ ہے یا نہیں، تو صاحب مقیاس ذرا چشمے لگا کر امام اہلسنت محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اگلے صفحے کی عبارت بھی دیکھ لیں تاکہ انہیں تشفی ہوجائے۔

دیکھئے علامہ حلبی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

وعن ابی حنیفہ علیہ الرحمۃ انہ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذالک لما مر من الحدیث انفا۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند عمارت بنانا

مکروہ ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(کبیری ص ۵۱۶ مکتبہ نعمانیہ۔ وکبیری ص ۵۹۹ بحوالہ راہ سنت ص ۱۸۲)

اب بتائیے کہ آیا اس روایت سے بھی امام صاحب کے مذہب پر رجسٹری ہو گی یا نہیں؟ صاحب مقیاس اس عبارت کو بار بار پڑھیئے اور دین احمد رضا کی رسوائی پر سر دُھنیے۔

قارئین کرام: یہاں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ''مکروہ'' کا لفظ ہے اور اس سے مراد حرام ہے اس لئے کہ امام صاحب کی عبارت میں مکروہ سے مراد حرام ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سن ۵۹۳ھ فرماتے ہیں کہ:

ثم قیل الکراھیۃ عندہ کراھت التحریم و قیل کراھیۃ التنزیہ و الاول اصح

(ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۱)

ترجمہ: پھر کہا گیا ہے کہ امام صاحب کے یہاں کراہت سے مراد حرام ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ کراہت تنزیہی ہوتی ہے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اس کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ ''والاول اصح'' سے پہلے قول کے مختار ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ (حاشیہ ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۱)

اور اس طرح حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ:

روی ان ابا یوسف سئل ابا حنیفه لو قلت فی شئی انا اکرہ فما رایک فیه قال التحریم (حاشیہ ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۱)

ترجمہ: مروی ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام صاحبؒ سے پوچھا کے جب آپ کسی شئے کو مکروہ کہتے ہیں تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی تو فرمایا کہ حرام مراد ہوتی ہے۔

اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مکروہ حرام کے قریب تر ہے (حاشیہ ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۱)

اور علامہ ابو المکارم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

المکروہ التحریم عند الامام (ابو المکارم ص ۱۵۹ ج ۳)

ترجمہ: امام صاحبؒ مکروہ سے حرام مراد لیتے ہیں۔

واعظ کی حجتوں سے قائل تو ہوگئے تم
گو جواب شافی پر اس سے نہ بن پایا

اورحضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

پس مکروہ کہ مقابل مباح ست مکروہ تحریمی است
(مکتوبات نمبر ۲۹ دفتر اول حصہ اول صفحہ ۷۹)

اور یہی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

و مکروہ را مستحسن دانستن از اعظم جنایات است چہ حرام را مباح دانستن منجر بہ کفر است و مکروہ حسن پنداشتن یک مرتبہ ازاں پایا ست

(مکتوبات نمبر ۲۹ دفتر اول حصہ اول ص ۷۹)

ترجمہ: اور مکروہ کو مستحسن و مستحب سمجھنا بہت بڑے گناہوں میں سے ہے کیونکہ حرام کو مباح سمجھنا کفر تک پہنچانے والی ہے اور مکروہ کو اچھا سمجھنا اس سے ایک درجے نیچے ہے۔

اب مفتی صاحب اور دیگر بریلوی خود ہی فیصلہ کریں جو ایک حرام کو مستحب کا درجہ دے رہے ہیں وہ کس زمرے میں شمار ہونگے؟

جب رہتا نہیں قابو میں دل اپنا ناصح
وحی بھی کام نہیں کرتی یہ نصیحت کیسی

وضاحت: اوراس مسئلہ میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کرنا مفتی صاحب اوران کے متبعین کو کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

اوّلاً: اس لئے کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک ہیں اور وہ نقل مذہب میں محتاط نہیں ہیں۔

ثانیاً: اس لئے کہ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول قبوں (گنبدوں) کے عدم جواز پر موجود ہے اور وہ بھی علماء احناف سے تو کجا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المسلک جوکہ غیر محتاط بھی ہیں۔لہٰذا صاحب البیت ادریٰ بما فیه کے تحت ہم حنفیہ کا یہی قول لیں گے۔

ثالثاً: اس لئے کہ نواب احمد رضا خان کو اس بات پر اصرار ہے کہ (امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے

)فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کئے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۹)

اب نواب احمد رضا خان کی عبارت سے معلوم ہوا کہ بریلوی حضرات کے نزدیک امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ قطعاً غیر معتبر ہیں اس لئے کہ ان کی کتب الحاقات سے پُر ہیں اور ان سے دلیل لانا گویا دین احمد رضا سے اعلان ِبغاوت کے مترادف ہے۔

دید لیلیٰ کیلئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور
میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشہ تیرا

دلیل نمبر ٦

{مخالفین کا دھوکہ اور اس کی اصل تفصیل}

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے تحت ملا علی القاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں کہ الظاھر انہ لاجتماع الاحباب الذکر والقرأۃ وحضور الاصحاب بالمغفرۃ اما حمل فعلھا علی العبث المکروہ فغیر لائق لصنع اھل البیت

(جاء الحق ص ۲۹۲)

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں کے اور صحابہؓ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ ذکر اللہ کریں اور تلاوتِ قرآن کریں اور دعاءِ مغفرت کریں لیکن بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ (مقیاس ص ۱۰)

الجواب: قارئین کرام! اگر مفتی صاحب حسن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) والی حدیث پوری نقل کر دیتے تو اس کا جواب اس حدیث ہی میں موجود ہے۔ لیکن مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حسن مثنیٰ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا''۔

(جاء الحق ص ۲۹۲)

اور صاحب مقیاس لکھتے ہیں کہ:

''حضرت امام حسنؒ ابن حسنؓ ابن علیؓ کا انتقال ہوگیا۔ ضربتہ امرأتہ القبۃ علیٰ قبر سنۃ''

(مقیاس ص ۱۰)

ترجمہ: ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

اس کا جواب بجائے اس کے کہ ہم خود دیں! امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد

سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''مفتی صاحب نے جو یہ نقل کیا ہے کہ امام زین العابدینؒ کی بیوی نے اپنے خاوند کی قبر پر خیمہ لگایا تھا اس میں بھی مفتی صاحب نے خیانت کی ہے اگر پوری عبارت نقل کر دیتے از خود بخود معاملہ حل ہو جاتا، اس روایت میں اس کی تصریح ہے کہ مکالمہ کے طور پر صدہائے غیبی (ہاتف) نے اس فعل کی ناپسندگی کا صاف اعلان کر دیا تھا۔

(مشکوٰۃ ج ا ص ۱۵۲ بحوالہ المنہاج الواضح ص ۱۸۴)

مفتی صاحب ہی بتائیں! وجہ کیا ہے کہ ہر جگہ نادانی سے کام لیتے ہیں خصوصاً صاحب مقیاس نے تو فریب کاری میں حد کر دی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا (ص ۱۱)

اگر صاحب مقیاس اور مفتی صاحب اس پوری حدیث کو نقل کر دیتے ہیں تو اپنے ہی جال میں پھنس جاتے اور مستدل نہ بنا سکتے اس لئے صاحب مقیاس نے حدیث آدھی بیان کر دی تا کہ جاہل عوام کو اپنے دام میں پھنسا لیں اور عوام دامِ فریب میں آئے یا نہ آئے لیکن یہ حدیث دیوبندیوں کا مستدل نہ بنے۔ حالانکہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث قبوں کے عدمِ جواز کی دلیل ہے۔

ارے جلانے والے یہ تیرا ہی نشیمن تھا
جسے تو نے پھونک ڈالا میرا آشیانہ سمجھ کر

ما قبل میں مفتی صاحب نے حدیث میں غلطی کی تھی لیکن مفتی صاحب اور صاحب مقیاس آگے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح میں بھی نادانی کر گئے اور دھوکہ کھا گئے۔

مفتی صاحب نے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو ''لصنع اہل البیت'' تک پیش کیا اور بیچ والی عبارت کو پیش نہیں کیا کہ یہ قول کس کا ہے جیسا کہ مرقاۃ میں اسی عبارت کے بیچ میں ہے کہ ''کما فعلہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ''، جس طرح کہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو مکروہ پر حمل کیا ہے، ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''زوجہ زین العابدین کے اس فعل کو عبث مکروہ پر حمل کرنا جس طرح کہ ابن حجرؒ نے کیا ہے یہ اہل بیت کے صنیع کے لائق نہیں ہے''۔(مرقاہ جلد ۲)

لیکن مفتی صاحب نے المکروہ کے بعد ''فعلہ ابن حجر'' کو نقل نہ کیا اور صاحب مقیاس نے بھی اسی طرح دھوکہ کھایا اور ساتھ ساتھ ایک دھوکہ ترجمہ میں بھی کھایا کہ وہ لکھتے ہیں:

''لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا مکروہ ہے''۔(مقیاس ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کے ہاں ''العبث'' کی خبر ''المکروہ'' ہے لیکن یہ قواعد نحو کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں کہ:

امالتفصیل ماذکر مجملاً۔۔ویجب فی جوابھا الفاء (ھدایہ النحو ص ۱۲۵)

ترجمہ: کہ اما مجمل کی تفصیل کیلئے آتا ہے۔۔۔۔اور اس کے جواب پر فاء کا داخل ہونا ضروری ہے۔

معلوم ہوا کہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ " **اما حمل فعلھا علی العبث المکروہ** '' اس کا جواب یہ ہے'' **فغیر لائق لصنع اھل البیت** '' اور صاحب مقیاس ''العبث'' کی صفت ''المکروہ'' کے بجائے المکروہ کو ''العبث'' کی خبر بنا رہے ہیں۔ درانحالیکہ یہ جواب خود کتاب میں موجود ہے۔

سبحان اللہ! ذرا علم کی وسعت تو دیکھئے کہ موصوف کو صفت اور مبتداء خبر کی پہچان بھی نہیں ہے اور چلے ہیں کتاب لکھنے۔

جب خدا کسی سے دین لیتا ہے
تو اس کی عقل بھی چھین لیتا ہے

یہ تھا صاحب مقیاس کا عوام کو دھوکہ کہ وہ عوام کی غفلت سے کس قدر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اہل بدعت کو حجاب سے باہر ہو کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ وہ حنفی ہیں یا ھوی پرست محب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا فریب خوردہ، مگر کیا کیا جائے۔

خوب پردہ ہے کہ چمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اور رہا قبروں کی نزدیک جا کر قرآت کرنا تو اس مسئلہ کی وضاحت باب سوم حنابلہ کے مسلک کے تحت بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

محفل کی رونقیں ہیں میرے اضطراب سے
پروانے کے لباس میں شمع لگن ہوں میں

صاحب مقیاس تو یہ بڑے شور وزور سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف اسلاف کی پلٹن ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ کون ہیں؟

آیا وہ عقل کی آنکھ بھی تم میں نہ رہی کہ جس سے حقیقت کو بغور دیکھ سکو؟ دیکھئے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں کیا کہہ رہے ہیں اور یہ کیا سمجھ رہے ہیں وہ فرمارہے ہیں کہ اس فعل کو عبث مکروہ پر حمل کرنا جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے یہ اہل بیت کی شان کے نامناسب ہے۔لیکن اگر آج یہ کام مفتی صاحب یا اس کے ہمنوا کریں تو ان کیلئے اس عبارت میں جواز کا کونسا لفظ ہے کہ جس سے وہ مستحب کا فتویٰ دے رہے ہیں؟۔

علمائے اہل السنت والجماعت اس کو (قبروں پر گنبد بنانے کو) مستحب تو درکنار مباح بھی کہنے کو تیار نہیں اور مفتی صاحب اپنے نو ایجاد مذہب کے مطابق اسے مستحب کہہ رہے ہیں۔فیاللعجب۔

قارئین کرام: کیا وجہ ہے اگر علمائے دیوبند سے کوئی لغزش ہوجائے تو معاف نہیں اور بدعتی مسلک والے اگر دھوکہ دہی کرتے رہیں تو پھر بھی عشق کا تمغہ انہی کے ہاتھ دیا جائے۔یہ کہاں کا انصاف ہے؟؟ آہ۔

ہم آہ بھی کردیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کر جائیں تو چرچا نہیں ہوتا

(بتغییر)

قارئین کرام! مفتی صاحب جاء الحق میں اور ان کے صاحبزادے نے راہِ جنت میں اور مقیاس جنت میں علماء دیوبند کثر اللہ جماعتھم کی شان میں بے حد گستاخانہ کلمات کہہ کر اپنا

دل تو خوش کرلیا، لیکن نامۂ اعمال مزید سیاہ کرلیا اور اپنی آخرت بگاڑ دی۔

دلیل نمبر ۷:

{نادانی اور دلیل کی صحیح تشریح}

صاحب مقیاس اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کی قبر پر قبہ بنایا اور حضرت محمد ابن حنفیہؒ نے عبد اللہ ابن عباسؓ کی قبر پر قبہ بنایا، حضرت عمرؓ نے زینب بنت جحشؓ کی قبر پر قبہ بنایا، حضرت فاروقؓ نے حضورت علیہ السلام کی قبر انور کے ارد گرد عمارت بنائی''۔

(جاء الحق ص ۲۹۲۔ مقیاس ص ۱۵)

الجواب: قارئین کرام! حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اگر کسی قبر پر قبہ بنایا تھا تو اس کے بارے میں ہم کچھ عرض کرنے سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نذر قارئین فرمادیتے ہیں پھر جس کو اعتراض باقی ہو تو ان شاء اللہ وہ بھی حل کر دیا جائے گا۔

علامہ عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری لکھتے ہیں:

''مر عبد الله بن عمر على قبر عبد الرَّحْمَن بن أبي بكر أخي عَائِشَة، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُم، وَعَلِيهِ فسطاط مَضْرُوب، فَقَالَ: يَا غُلَام إنزعه فَإِنَّمَا يظله عمه. قَالَ الْغُلَام: تضربني مولاتي. قَالَ: كلا فَنَزَعَهُ''۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۹۵، مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ: ایک دفعہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد الرحمنؓ کی قبر پر ہوا کہ جس پر قبہ تھا عبد اللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اے غلام اس کو ہٹا

دو اس لئے کہ اس پر عمل سایہ کررہے ہیں، تو غلام نے کہا کہ یہ میری آقا مجھے مارینگی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں ماریں گی تو انہوں نے اس کو ہٹادیا۔

تو معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر بنائے گئے گنبد کو ہٹوادیا گیا تھا جب جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس خیمے کو ہٹادو حالانکہ انہیں بھی معلوم تھا کہ یہ قبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لگایا تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ قبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے اخص الخاص صحابی کے بیٹے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اس کو ہٹانے کا حکم دیا یہ سب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جو عین عمل بالحدیث ہے۔

اب صاحب مقیاس کو دیکھئے کہ کہیں وہ خواص کی قبروں سے خیمے ہٹانے والے حضرت عبداللہؓ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو گستاخ وغیرہ نہ کہدیں جیسا کہ یہ کام کرنے کی وجہ سے ان کی نظروں میں نجدی گستاخ ٹھرے ہیں۔

مفتی صاحب حدیث ابی العیاج الاسدی کے تحت لکھتے ہیں:

''اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین سے ہموار کردیا''۔ (جاء الحق ص ۲۹۳)

آیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی وہابی تھے کہ جنہوں نے حضرت عبدالرحمنؓ ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر سے خیمہ اٹھانے کا حکم دیا تھا یا صرف نجدی وہابی ہی اس کام کے کرنے سے گستاخ ٹھرتے ہیں آخر وجہ کیا ہے؟ اگر کوئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلے تو گستاخ اور وہابی کے القاب سے پکارا جائے یا وہ لوگ گستاخ کہلانے کے مستحق ہیں کہ جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلنے والوں کو گستاخ کہتے ہیں؟

اور آگے مفتی صاحب اپنی نادانی کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے سند لانا بے جا ہے وہ تو خود فرمارہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے کہ جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کیلئے قبہ بنایا تو منع ہے زائرین کے آرام کیلئے بنایا تو جائز ہے۔ (پھر آگے

اپنے دعویٰ پر دلیل لاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ)

عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمرؓ کے تحت فرماتے ہیں کہ

وھی اشارۃ الیٰ ضرب الفسطاط لغرض صحیح کاالستر من الشمس مثلاللاحیآء لا لاضلال المیت جاز (جاء الحق ص ۲۹۵)

جواب: مفتی صاحب اور صاحب مقیاس بغور سن لیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ قبوں کے عدم جواز پر واضح دلیل ہے۔ مفتی صاحب کی اس دلیل سے جان چھڑانے کی کوشش ناکام ہے۔ مفتی صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کیلئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کیلئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کیلئے جائز ہے''۔

(بلفظہ جاء الحق ص ۲۹۵)

اس حدیث کے کون سے لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر زائرین کے آرام کیلئے قبر پر خیمہ ہو تو جائز ہے؟ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ یہاں اگر زائرین آرام کریں تو جائز ہوگا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس کے ہٹانے کا حکم فرمادیا۔

اس حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ چاہے زائرین کے آرام کیلئے ہو یا کسی اور مقصد کیلئے ہو بہر حال ناجائز ہے، جب ہی تو بغیر کسی غرض و مقصد کو مد نظر رکھنے کے اسے ہٹانے کا حکم دے دیا۔

قارئین کرام: اس عبارت میں مفتی صاحب کی خیانت دیکھئے کہ ترجمے میں (قبر پر) کے لفظ کا اضافہ کر دیا ہے، یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ خیمہ لگانا صحیح غرض سے جیسا کہ زندوں کو سورج سے بچانا نہ کہ میت کیلئے جائز ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر قبر پر (یعنی قبر کے علاوہ کہیں دائیں بائیں) زندوں کو سورج سے بچانے کیلئے خیمہ لگانا جائز ہے، اور اس غیر قبر کی قید کا علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فدل ھذا علیٰ نصب الخیام علی القبر مکروہ و لا ینفع المیت ذالک۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۲۶۴ باب نمبر ۱۸)

ترجمہ : یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ قبر پر خیمہ (گنبد) لگانا مکروہ ہے اور اس سے میت کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے کراہت کا حکم لگا رہے ہیں اور مفتی صاحب عقل سے اپنی طرف کشید کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مفتی صاحب اور صاحب مقیاس علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں سے کشید کر کے عوام کے سامنے اپنی سچائی کی بین بجا رہے ہیں۔ کیا یہی حقیقت ہے؟ کہ اعلماء کی مراد کچھ ہے اور اکابر کچھ کہنا چاہتے ہیں اور مفتی صاحب کچھ اور معنی کریں اور کچھ اور مقصد نکالیں۔

مفتی صاحب کی پیش کردہ عینی کی عبارت سے اگر کوئی یہ معنی نکالے کہ "جب کوئی آدمی قبر کی زیارت کرنے آئے تو تھوڑی دیر کیلئے سائبان بنا دے"۔ تب بھی یہ دائمی گنبدوں کے سراسر خلاف ہے۔ جس کے ثبوت کیلئے مفتی صاحب کمر بستہ ہیں۔

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری
بیاں میں کس طرح آئے کہ جو دل پر گزرتی ہے

صاحب مقیاس یا تو مفتی صاحب کے دامِ کے مغلوب شکار رہے یا پھر انہوں نے بھی انہی کے صیغوں کا اجراء کیا ہے جبھی تو وہ بڑے اطمینان سے کہتے ہیں کہ:

"چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے مفتی صاحب مدظلہ کی بات مان لیتے اور حق کی راہ چلتے، لیکن خان صاحب نے تو دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی ہوئی ہے"۔ (صفحہ ۱۱)

قارئین کرام : آپ جان گئے کہ حق کی راہ کون اپنائے اس کی پٹری پر گامزن ہے اور کون بتکلف اپنے آپ کو راہِ راست اور صراط مستقیم سے راہ ضلال اور راہ بد کی جانب بنکار رہا ہے۔

جو ضمیر چاہے کرتے رہیں ہمیشہ
شرم ان کو اگر نہیں آتی

دلیل نمبر ۸:

{بدعتیوں کی بے جا دلیل اور اس کا حل}

مفتی صاحب کی دوسری دلیل یہ تھی کہ محمد بن حنیفہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی قبر پر قبہ بنایا۔
(جاء الحق ص ۲۹۲۔ مقیاس ص ۱۰)

الجواب: یہ استدلال بھی مردود ہے چند وجوہ سے۔
اولاً: اس لئے کہ اس حدیث کی تصحیح مفتی صاحب نے پیش نہیں کی اور نہ ہی کوئی سند۔
ثانیاً: اگر بالفرض ومحال یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو نہی نہ پہنچی ہو جس کی وجہ سے یہ کام ان سے سرزد ہوا ہو۔ مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کو چاہئے کہ وہ یہ بھی ثابت کریں کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ کام دوام کے ساتھ کیا ہو اور باوجود حدیث اس صحابی رضی اللہ عنہ کے مدنظر ہونے کے (جس طرح کہ مفتی صاحب کے سامنے احادیث بھی موجود ہیں اور جمہور علماء کی رائے بھی) اس کام پر ڈٹا رہا ہو۔ دیدہ باید۔
ثالثاً: خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"بعض جہال بدمست نیم ملاّ شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہی انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے، پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل اس کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش گناہ کرتے

اِ صاحب مقیاس کا یہ کہنا ہے کہ بعض احکام زمان ومکان سے بدل جاتے ہیں ص ۱۵ لیکن احمد رضا خان صاحب کی بھی سنئے وہ لکھتے ہیں کہ شرعاً وعقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین (اچھائی) وتقبیح (برائی) پر قابو نہیں نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برُا کام کسی زمانہ میں ہو برا ہے۔ اقامۃ القیامۃ ص ۴۵

اور گناہ جانتے اقرار دلاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں"۔

(احکام شریعت)

ہم بھی خان صاحب کی روح کو یہ کہنے کا جواز رکھتے ہیں کہ

بعض مفتی بادبدست کہ نادانی ظلمات بعضہا فوق بعض کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اور اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، قوم کا مال کسی سے کھالیں۔

رابعاً: بعض کتب میں جو یہ واقعہ ذکر ہے وہاں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تین دن تک سائبان بنا کر رکھا اور وہ بھی صرف قراءت کیلئے اس کے بعد ہٹادیا۔

لہٰذا مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادے اپنے دعوٰے کے مطابق دلیل دکھائیں اور تین دن کے فعل سے دوام پر استدلال نہ کریں۔ اور اس جگہ سائبان سے صرف وہ سائبان مراد ہے کہ جو سائے کیلئے کافی ہو اور بدعتی حضرات کے گنبدوں کا ثبوت اب بھی ان پر قرض ہے جو وہ ادا کرنے سے عاجز ہیں۔

دلیل نمبر ۹ :

{ نام نہاد عشاق کی گستاخی اور محبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب }

اور رہا مسئلہ کہ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے ارد گرد عمارت بنائی کہ جس سے مفتی صاحب وغیرہ استدلال پکڑتے ہیں۔ (جاء الحق۔مقیاس ص ۱۰)

الجواب: یہ بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: کہ اس کی تصحیح بھی صاحب مقیاس وغیرہ نہ لا سکے۔

ثانیاً: یہ بات مدنظر رہنی چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر مکان وغیرہ بنانا یہ صرف انبیاء کیلئے جائز ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات میں سے سب سے جدا اور اعلیٰ تھے۔

جیسا کہ شامی جلد اول میں ہے کہ:

ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیراً لاختصاص ھذہ بالانبیاء۔

(شامی ج ا۔الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۵۴۸)

ترجمہ: کہ مناسب نہیں ہے کہ میت کو مکان میں دفن کیا جائے اگرچہ وہ گھر چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ یہ فعل انبیاء کیلئے خاص ہے۔

شامی کی عبارت میں ''ولو کان صغیراً'' سے معلوم ہوا کہ ارد گرد کی چاردیواری صرف انبیاء علیہم السلام کیلئے خاص ہے اور غیر انبیاء علیہم السلام کیلئے ناجائز ہے جس طرح کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہے۔

تو مفتی صاحب وغیرہ کو یہ دلیل کچھ بھی مفید نہیں ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جیسے اخص الخاص ہستیوں پر اپنے پیروں کو قیاس کریں یا اپنے مولویوں کو قیاس کریں اور ان کی قبروں پر قبے بنائے جائیں۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ لفظ دار سے تو انبیاء کیلئے صرف مکان کی بناء کی خصوصیت ثابت

ہوتی ہے گنبد کی کہاں؟ تو اس بارے میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال ابن الاشیر القبۃ من الخیام بیت صغیر۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۵)

ترجمہ: اور علامہ ابن الاشیرؒ فرماتے ہیں کہ قبہ وہ خیمہ کے قبیل سے ہے جو کہ چھوٹے گھر کو کہتے ہیں۔

یعنی چھوٹے مکان اور قبہ کا ایک ہی معنیٰ ہے تو علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ چھوٹے گھر اور قبہ (گنبد) یہ صرف ابنیاء کیلئے خاص ہے اور دوسروں کیلئے یہ گنبد وغیرہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

جو حکم عام عوام الناس یا خواص الناس کیلئے مطلق ہو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بھی ناجائز کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ جبکہ ہر ادنیٰ علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ بعض مسائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اس میں کسی دوسرے کیلئے جواز نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ ہی نکالنے والے کو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمغہ دینے کی کوئی صورت ہے۔

دلیل نمبر ۱۰ :

{بریلویوں کی ایٹمی دلیل اور اس کا فیصلہ کن جواب}

مفتی صاحب اور صاحب مقیاس نے جو علماء کے موقف خلاف جو ایٹمی دلیل قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات لکھتے ہیں کہ:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''سفر السعادت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مدر آخر زمان بجہت اقتضاء در نظر عوام بدظاہد مصلحت در تعید و تدویج مشاہد و مقابد و عظما، دیدہ چیز یا افزورند تا آنجا ہیبت شان و شوکت اہل اسلام اہل اصلاح پیدہ آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود کفار بیاد اند و تدویج واعلاء شان ایں مقامات باعث رعب وازقیاد ایشاں است بسیار اعمال وافعال واوضاع کہ درزماں مستحسنات گشتہ

(مقیاس ص ۱۵۔جاء الحق ص ۲۸۶)

ترجمہ : آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے لہٰذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تاکہ مسلمان اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہاں ہندوں اور کفار بہت دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلاء شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

مذکورہ بالا عبارت میں مفتی صاحب اور صاحب مقیاس کے دو مقصد ہیں۔

(۱) قبروں پر قبے وغیرہ بنانا اگرچہ پہلے ناجائز تھے لیکن شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں (ان کے بقول) جائز ہو گئے۔

(۲) کہ احکام زمان ومکان سے بدلتے رہتے ہیں۔

الجواب: قارئین کرام! یہ بات ذہن نشین رہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سن وفات ۱۰۵۲ھ ہے۔ اگر بالفرض یہ کام مستحب ہوگیا تھا تو یہ کب تک مستحب رہا؟ اس کی تفصیل بھی ہم عرض کریں گے، مفتی صاحب اور صاحب مقیاس اس عبارت سے بڑے تکبر وفخریہ انداز سے دلیل لاتے ہیں اور فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ:

''صاحب جواہر اخلاطی و شیخ محقق کیا فرمارہے ہیں اور ہمارے نجدی یاروں کا دماغ کدھر جارہا ہے''۔ (مقیاس ص ۱۵)

قارئین کرام: ہم بجائے اس کے کہ کچھ اپنی طرف سے کہیں ہم شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدے کے تحت یہ بات بیان کردیں اور واضح کردیں کہ آیا یہ فعل اب تک جائز و مستحسن ہے یا اختلاف زمان ومکان سے یہ بھی بدل چکا ہے اور علماء اس فعل کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی، کدرتوں کی کچھ انتہاء بھی ہے؟
زباں رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے؟

چنانچہ علامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود الوسی الحنفی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں کہ:

ثم إجماعا فإن أعظم المحرمات وأسباب الشرك الصلاة عندها واتخاذها مساجد أو بناؤها عليها وتجب المبادرة لهدمها وهدم القباب التي على القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار لأنها أسست على معصية رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن ذلك وأمر بهدم القبور المشرفة وتجب إزالة كل قنديل أو سراج على قبر ولا يصح وقفه ولا نذره

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۰۱ بحوالہ باب جنت ص ۲۸)

(کشف القناع ص ۱۶۳ ج ۲ شیخ منصور حنبلی)

ترجمہ: اس پر اجماع ہے کہ حرام ترین اور اسباب شرک کی چیز میں سے قبروں کے

پاس نماز پڑھنایاان پرمسجدیں بنانایاعمارت تعمیر کرناہے،واجب ہے کہ اونچی قبروں کواور جو ان پر قبیں بنائے ہیں ان کو گرادیا جائے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں بایں معنی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں ۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منع فرمایاہے اوراونچی قبروں کوڈھا دینے کاحکم فرمایاہے اسی طرح لازم ہے کہ قبر پر سے ہرچراغ اورفانوس کو ہٹادیاجائے اورنہ اس کاوقف درست ہے اورنہ نذرماننا۔

قارئین کرام: یہ ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جوکہ شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ۲۱۸ سال بعدوفات پائے تومعلوم ہواکہ علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے یہ فعل ناجائز ہوگیا اس لئے کہ زمان ومکاں سے احکام بدلتے رہتے ہیں۔

یعنی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اباحت کاقول اختیارکیا تھا وہ صاحب روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے ناجائز ہوگیااس لئے کہ بقول مفتی صاحب کے ''شاہ صاحب'' فرماتے ہیں کہ بعض احکام زمان ومکان سے بدل جاتے ہیں''۔

شاید مفتی صاحب یادیگر بدعتی یہ کہہ دیں کہ علامہ الوسی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے رہنے والے تھے تو وہاں یہ فعل ناجائز تھااور یہاں ہندوپاک میں جائز ہے اس لئے کہ بعض احکام مکان سے بھی بدل جاتے ہیں۔؟

تو آئیے ہم آپ کو ہندستان کے علماء کے اقوال دکھادیں جو اس فعل کو ناجائز بدعت اورحرام کے القاب سے حکم لگاتے ہیں تاکہ تشفی ہوجائے۔

چنانچہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں کہ:

قبور اولیاء بلند کردن و گنبد بر آن ساختن (ان قال) همه بدعت است

(ارشادالطالبین ص ۲۲)

ترجمہ: اولیاءکرام کی قبروں کوبلند کرنااوران پرگنبد بنانا(کچھ آگے فرماتے ہیں) یہ سب کے سب بدعات ہیں۔

قارئین کرام: قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہواکہ اولیاء کرام کی قبروں کو بلند کرنابدعت ہے اس طرح ان پرگنبد بنانا بھی بدعت ہے۔

دوسری جگہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

انچہ بر قبور اولیاء عمارت ھائے رفیع میکنند حرام است (مالا بدمنہ ص ۹۵)

ترجمہ: اور جو قبور اولیاء پر عمارت بلند و بالا بنائی جاتی ہیں حرام ہے۔

مفتی صاحب اور خصوصاً صاحب مقیاس صاحب بتائیں کہ۔۔۔۔

امام اہلسنت شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دھوکہ دے رہے ہیں یا مفتی صاحب اور آپ عوام کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر انہیں غلطی میں ڈالنے کی کوشش میں مصروف ہو اور بدعات کو چار چاند لگانے کیلئے دن رات سرگرم عمل ہو۔

صاحب مقیاس (ص ۱۶) پر لکھتے ہیں کہ:

''دیکھئے مولوی سرفراز کیسی یک طرفہ ڈگری دیتے ہیں اور علماء امت کے مقابل اپنا الگ محاذ بناتے ہیں''۔

قارئین کرام!

یقیناً یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ آیا ہم یک طرفہ ڈگری دیتے ہیں اور مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ یکطرفہ ڈگری دیتے ہیں اور علماء کے خلاف محاذ بناتے ہیں، یا مفتی صاحب اور ان کے صاجزادے صاحب مقیاس؟ اور علماء کی پلٹن کس طرف ہے اور فی المسئلۃ المذکور میں علماء کی کیا رائے ہے؟ اور عقل سے کون حکم لگاتا ہے اور حق بات کون کہتا ہے؟ اور نجدی یاروں کا دماغ مارا گیا ہے یا بدعتی دین کے غداروں کا دماغ مارا گیا ہے اور یقیناً مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ بریلوی ہی غلطی پر ہیں اور علمائے دیوبند پکے حنفی سنی مسلمان ہیں اور یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ ہوائے نفسانی کی پیروی علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کررہے ہیں، یا ان قبوں کے تحت بیٹھ کر اہل بدعت اور نام نہاد پیر عوام کے پیسے بٹور کر اور اپنے پیٹ کی آگ بجھا کر ہوائے نفسانی کی پیروی کررہے ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اگر کس جواز آن بنویسد اعتبار او نخواھد شد (مأۃ مسائل)

ترجمہ: اگر کسی نے ان گنبدوں کے جواز کا قول کرلیا تو وہ قول غیر معتبر ہے۔

لیکن:

رنگ گل کا سلیقہ ہے نہ بہاروں کا شعور
ہائے کن ہاتھوں میں تقدیر حسنہ ٹھری ہے

قارئین کرام: فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اہلسنت کون ہیں اور اہل بدعت کون؟

اور اپنی عقل سے حکم کون لگاتا ہے؟

اور سنی وہ لوگ ہیں جو سنت پر بصد رضامندی عمل کرتے ہیں؟ یا سنی سنائی باتوں پر عمل کرنے والے؟

اور یہ فیصلہ صرف اہل دل ہی کر سکتے ہیں

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ھم دم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیانہ کیوں ہو

دلیل نمبر ۱۱:

{مفتی صاحب کی تاویلات اور گجراتی بے دام غلام}

مفتی صاحب جاء الحق میں بحث مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامۃ المسلمین پر تو منع ہے اور فقہاء اور علماء کی قبروں پر جائز ہے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت عثمان بن مظعون کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے پتھر رکھا، اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہے کہ مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا ہے بلکہ خود قبر میں ہی سر کی طرف لگایا مطلب یہ کہ ساری قبر اس پتھر کے تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی قبر کا نشان قائم رکھنے کیلئے قبر کچھ اونچی کر دی جائے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جاوے تو جائز ہے تا کہ معلوم ہو کہ کسی خاص بزرگ کی قبر ہے۔ (جاء الحق ص ۲۸۳)

الجواب: امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے بطور علامت ایک پتھر رکھنے سے قبر پر عمارت اور قبہ بنانے پر استدلال کرنا یہ صرف مفتی صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء کا ہی کام ہے آخر مفتی جو ہوئے''۔ (المنہاج الواضح ص ۱۸۵)

صاحب مقیاس اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

میں کہتا ہوں کہ اگر سرفراز صاحب مجھے جاء الحق کے کسی صفحے پر یہ لکھا دکھا دیں کہ مفتی صاحب نے حضرت عثمان ابن مظعون والی روایت سے عمارت و قبے کے جواز میں استدلال کیا ہے تو میں ان کا بے دام غلام بننے کو تیار ہوں۔کیا سرفراز خان صاحب ایسا کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ قیامت تک نہیں ایسا دکھا سکتے۔(مقیاس ص ۱۷)

الجواب: قارئین کرام! مفتی صاحب کا حوالہ آپ نے پڑھا کہ وہ کس طرح سے عمارت و قبے بنانے پر دلیل پیش فرما رہے ہیں جس کا جواب ایک ذکی آدمی اور عام فہم شخص مفتی صاحب کی عبارت ہی سے سمجھ جائے گا کہ مفتی صاحب نے کس طرح بے جا تاویلات سے کام لیا ہے جس کا مکمل جواب مولانا سرفراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار سے پیش فرما دیا۔ ہمارا اس جواب پر مزید حاشیہ چڑھانا ایسا ہوگا کہ سورج کو چراغ دکھانا،لیکن صاحب مقیاس کو ضد ہے کہ یہ استدلال عمارت و قبوں کے جواز پر نہ تھا بلکہ صرف قبر پختہ کرنے پر تھا۔

صاحب مقیاس نے مفتی صاحب کی اس عبارت اور استدلال کا عنوان دیکھا ہے؟ اگر نہیں دیکھا تو دیکھ لے کہ مفتی صاحب نے اس استدلال سے پہلے جو عنوان باندھا ہے وہ یہ ہے کہ:

"بحث مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت"

مفتی صاحب اس کو عمارت کا ثبوت بتائیں اور صاحب مقیاس کا قول ہے کہ یہ صرف پختہ کرنے پر استدلال تھا اب صاحب مقیاس ہی بتائیں کہ بے دام غلام بننے کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟

یوں نہ باتیں چبا چبا کے کرو
مہرباں بات ہے نبات نہیں

اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ "مطلب یہ کہ ساری قبر پتھر کی تھی" (جاء الحق ص ۲۸۳)
سراسر باطل مردود اور خود تراشیدہ ہے
اس لئے کہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کے تحت ابن حجر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی

عبارت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ :

قال بعض متقدمنی آئمتنا ویسن وضع اخریٰ عند رجلہ لانہ علیہ السلام وضع حجرین علیٰ قبر عثمان بن مظعون : (مرقاۃ ص ۸۷ ج ۴، مکتبہ امدادیہ)

ترجمہ: ہمارے بعض متقدمین آئمہ فرماتے ہیں کہ مردے کے پاؤں کی جانب پتھر رکھنا مسنون ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر مبارک پر وہ پتھر نصب کئے تھے۔

اب قارئین ہی انصاف فرمائیں کہ حدیث اور ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے کونسا لفظ اس بات پر استدلال کر رہا ہے کہ ساری قبر پتھر کی تھی ، یہ مفتی صاحب کی عقلمندی اور دانائی ہے کہ وہ اپنی جماعت کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

فیض باطن سے مدد لے عشق کا ہو جا مرید
اہل ظاہر کے ملائے تو خدا ملتا نہیں ہے

باب سوم

فریق مخالف کے اعتراضات کے جوابات

{قبروں پر عمارت ڈھانے کا حکم}

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی عبارت پر اعتراضات کے جوابات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جس مقصد کیلئے بھیجا وہ یہی کہ بلند قبروں کی معتاد قبروں کے برابر کیا جائے، یعنی خاتم النبیین امام الموحدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد بعثت علی رضی اللہ عنہ ہی یہی تھا کہ جن قبروں کو اونچا بنایا گیا تھا ان کو معتاد قبروں کے برابر کر دیں اور تصاویر کو مٹا دیں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس حکم پر کس طرح عمل کیا اور اپنے زمانہ خلافت میں اس مہم کو چلایا، وہ فوجی افسر خود ہی بیان میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ

(مسلم جلد ا صفحہ ۳۱۲۔ ترمذی جلد ا صفحہ ۱۲۵۔ مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۴۸)

ترجمہ: مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا تجھے میں اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کیلئے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی فوٹو اور مجسمہ مٹائے بغیر نہ چھوڑ اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اس کو برابر کر دینا۔

امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت امام شافعیؒ کے حوالے سے یہ نقل کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں حضرات آئمہ کرام کی قبور پر قبوں کو مسمار کرنے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا تھا اور ''ولا قبراً مشرفا'' کی حدیث سے ان کا استدلال تھا''۔ (المنہاج الواضح صفحہ نمبر ۱۸۵)

یہ (افسر) حضرت ابو الہیاج الاسدی ہیں جنہیں ابو السادات (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھیج رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد بعثت کو کس طرح عمل میں لا رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ا: مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جن قبروں کو گرا دینے کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں

تھیں نہ کہ مسلمین کی (آگے وجہ یہ لکھتے ہے کہ) کیونکہ ہر صحابیؓ کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے الخ (جاء الحق ص ۲۹۳)۔

اس عبارت کے بعد مفتی صاحب اپنے دعویٰ پر دلیل لاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

امر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقبور مشرکین فنبش۔

ترجمہ: کہ حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس وہ اکھیڑ دی گئی۔

(جاء الحق ص ۲۹۴)

جواب: مفتی صاحب کی عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں:

(۱)۔ کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کے برابر کرنے کا حکم مشرکین کے متعلق دیا تھا؟

(۲)۔ اور کیا ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے دفن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرکت فرما ہوا کرتے تھے؟

(۳)۔ اور مفتی صاحب کی مذکورہ عبارت اور حدیث علیؓ میں نبش اور تسویہ کا کیا معنی ہے؟

اوّل الذکر عبارت کی تشریح بجائے اس کے کہ ہم خود کر دیں ایک حدیث کا مقصدی جزئیہ پیش فرما دیتے ہیں۔

فَلَمَّا دَفَنَّاهُ قَالَ : خَفِّفُوا عَنْهُ التُّرَابَ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَأْمُرُنَا بِتَسْوِيَةِ الْقُبُورِ۔ (سنن الکبریٰ جلد ۴ صفحہ ۴۱۱، رقم الحدیث ۶۹۸۵)

ترجمہ: ثمامہ بن شُفَیِّ فرماتے ہیں کہ جب ہم نافع بن عبید کو دفن کر چکے تو حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ مٹی کم کرو اس لئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قبریں برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

۱۔ معلوم ہوا کہ تسویۂ قبور (قبور برابر کرنے) کا حکم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور سے متعلق تھا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تسویۂ کا حکم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ (اور پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد) کو دیا تھا اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اس کا حکم دیا تھا۔

۲۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفن میں

آپ ﷺ شریک نہ تھے بوجہ کسی مصروفیت کے یا بوجہ عدم موجودگی کے۔

اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفن میں شرکت فرماتے تھے اور سوال ہوا ہے کہ آیا جن قبروں کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت امیر کو تسویہ کا حکم دیا تھا وہ قبریں بھی ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھیں کہ جن کی تدفین کے وقت آپ ﷺ موجود تھے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ وہ قبریں آپ ﷺ کے زمانے میں بلند بنائی گئی ہوں بلکہ ممکن ہے کہ کسی خلیفہ راشد کے زمانے میں عمل میں آئی ہوں۔

اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی مخالفت کس طرح فرما سکتے تھے؟ تو ممکن ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ نہی کچھ دیر سے پہنچ گئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی تابعیؒ نے بنائی ہو اور اسے نہی نہ پہنچ چکی ہو۔

بہر حال مفتی صاحب کی یہ تاویلات محض بے جا ہیں اور بدیوانی کی بے دانی تحقیق پر مبنی ہیں۔

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزلِ حقیقت پر
صراطِ عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

اور یہ بات یاد رہے کہ نافع بن عبید رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کا ہے (ساجد)

چنانچہ معلوم ہوا کہ جس کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حیان بن حصین رضی اللہ عنہ (ابو الهیاج) کو دیا تھا وہ مسلمانوں کی قبریں تھیں اور برابر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ قبروں کو زمین کی سطح کے ساتھ ہموار کر دیا جائے بلکہ جو شریعت کی منشاء کے مطابق ہے ان کے برابر کر دیا جائے اور اس میں اہانت نہیں بلکہ عمل بالحدیث ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین المار دینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں کہ:

الاسویتہ ای سویتہ بالقبور المتعادة

(الجوہر النقی علی البیہقی جلد ۴ ص ۳، ادارۃ تالیفات ملتان)

ترجمہ: برابر کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کو ان قبروں کے ساتھ برابر کر دیا جائے جن کا

شریعت کی عادت سے ثبوت ہے۔(بحوالہ منہاج الواضح صفحہ نمبر ۱۸۵)

اور مفتی صاحب نے جو حدیث نبش قبور کی پیش کی ہے وہ تو حقیقتاً مشرکین ہی کے متعلق تھی اس لئے کہ مسلمانوں کی قبری اکھیڑ نا منع ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی اہانت ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب کی پیش کردہ حدیث میں واضح طور پر مشرکین کا لفظ موجود ہے اور ہماری دلیل میں صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر کی وضاحت ہے کہ اسے برابر کرنے کا کہا گیا۔

اعتراض نمبر ۲ : مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ :

اس (حدیث علیؓ) میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے مسلمانوں کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے ؟ (جاءالحق)

جواب : مفتی صاحب کی یہ تحقیق بھی قابل داد ہے کہ قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے اور مسلمانوں کی قبر پر فوٹو کہاں ؟ سبحان اللہ ! گویا مفتی صاحب کے نزدیک قبروں کو برابر کرنا اور فوٹو کو مٹانے کا حکم ایک ساتھ ہے۔ حالانکہ قبر کو ڈھانے کا حکم الگ ہے اور تصویر مٹانے کا حکم الگ ہے وہ جہاں بھی ہوں ان کو مٹانا چاہئے۔

چنانچہ نسائی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۲۱۔ میں اسی روایت میں یہ الفاظ ہیں :

ولا صورۃ فی بیت

ترجمہ : کسی گھر میں کوئی تصویر نہ چھوڑ نا (بحوالہ المنہاج الواضح)

اعتراض نمبر ۳ :

امام اہل سنت قاطع الشرک والبدعت محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے تحت صاحب مقیاس لکھتے ہیں کہ :

”مولوی سرفراز نے اس کے علاوہ جو توجیہیں مفتی صاحب نے کی ہیں ان کا جواب نہیں دیا جن سے ثابت ہوگیا ہے کہ حکم مشرکین کی قبروں سے متعلق تھا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خود مولوی سرفراز کا دل بھی اس بات کو مانتا ہے لیکن ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود پھر بھی چوں چراں کرتے ہیں یہ اعتراض محض لغو ہے کہ قبروں کے متعلق الگ حکم ہے۔ کیونکہ اسے تو ہم بھی مانتے ہیں کہ تصویر جہاں بھی ہو مٹا دینی چاہئے لیکن حوالہ میں قبر اور فوٹو کا ذکر ہے اس لئے

یہاں فوٹو کا ذکر خاص قبر کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں ان تصویروں کے متعلق حکم ہے جو جو قبور کے ساتھ ہوتیں تھیں اور سوائے مشرکین کے اور کسی کی قبر پر میت کا فوٹو نہیں ہوتا ہے اس لئے بھی مشرکین کی قبور کے متعلق ہی حضرت علیؓ کا حکم ہے اور سرفراز کو بھی اس کا انکار نہیں ہے''۔ (مقیاس جنت ص ۳۳)

{جواب}

صاجنرادہ صاحب! امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کی کونسی توجیہ کا جواب نہیں دیا ذرا لکھنے کی ہمت تو کریں؟

کسی بات کا ماننا دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل شریعت سے ضروری ہے اور صاحب مقیاس کا یہ کہنا کہ'' یہاں خاص قبر کے ساتھ فوٹو کا ذکر ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم تصویروں کے متعلق ہے جو قبروں کے ساتھ ہوتی تھیں'' سراسر باطل اور مردود ہے جب حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ کوئی تصویر کسی گھر میں نہ چھوڑنا تو قبر پر تصویر کا ذکر کہاں ہے؟ اگر یہ تاویل بھی فرض کرلی جائے۔ حدیث تو پھر بھی صاجنرادہ صاحب کے ضرور خلاف ہے۔

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حدیث علی رضی اللہ عنہ اور حدیث ابی الہیاج رضی اللہ عنہ سے اور علامہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالوں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جن قبروں کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا وہ اور جن قبروں کے متعلق حضرت ابی الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا وہ صحابہؓ کی قبریں تھیں اور ان قبروں کا اکھیڑنے کا حکم نہیں بلکہ معتاد قبروں کے ساتھ برابر کرنے کا حکم تھا، اور جن قبروں کے متعلق اکھیڑنے کا حکم دیا گیا تھا وہ مشرکین کی تھیں، اور جن فوٹوؤں کے مٹانے کا حکم دیا گیا تھا وہ بروایت علامہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ان فوٹوؤں کے بارے میں تھا جو گھروں میں تھے۔

اور مفتی صاحب کی توجیہیں ان علماء کی تشریحات کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اس لئے کہ علماء نے جب اس حدیث کی تشریح کردی، آپ کے نزدیک بھی وہ علماء مسلم

ہیں تو پھر اس کے مقابل تشریح کرنا سوائے عدم اعتمادی کے اور کیا ہے؟

میں ہوں بیگانۂ ضبط و فا سچ ہے مگر وہ بھی
ذرا انصاف سے اپنا طریق امتحاں دیکھے

اعتراض: اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

تیسری اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کیلئے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ (جاء الحق ص ۲۹۳)

جواب: یہ بھی مفتی صاحب نے خوب بات کہی ہم علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ زمین کے ساتھ برابر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ معتاد قبروں کیساتھ برابر کرنا مراد ہے۔ اور مفتی صاحب کی یہ تحقیق بھی قابل داد ہے کہ قبر زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے نہ معلوم یہ کس حدیث کا ترجمہ ہے کہ قبر زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے یہ بدیوانی تحقیق بھی بہت نرالی ہے۔
(المنہاج الواضح صفحہ نمبر ۱۸۹)

بریلوی صاحبان جواب دیں یہ کس کی سنت ہے؟ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے تو کہاں سے ثابت ہے اگر کہیں سے ثابت نہیں ہے تو پھر یہ سنت کس کی ہے؟ یقیناً اس کا ثبوت نہیں ہے حتیٰ کہ نواب احمد رضا خان نے بھی لکھ دیا کہ ایک بالشت سے اونچا خلاف سنت ہے۔
(ملفوظات حصہ سوم ۷۶)

معلوم نہیں مفتی احمد یار خان گجراتی صاحب نے اس کے سنت ہونے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ مفتی صاحب پر اور خصوصاً صاحب مقیاس پر اس کے سنت ہونے کے قول کا حوالہ لانا ضروری ہے۔

{دوسری عبارت پر اعتراضات مع جوابات}

عبارت:

امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

”مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نبش قبور الگ چیز ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو اکھاڑنے کا حکم دیا تھا۔۔۔۔۔اور تسویہ قبور اور چیز ہے دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے“۔(المنہاج الواضح صفحہ ۱۸۹)

اعتراض نمبر ۵: صاحب مقیاس لکھتے ہیں کہ:

”میں پوچھتا ہوں کہ کیا اپنی طرف سے دو چار سطروں کے لکھ دینے سے مدلل حوالہ جات کا جواب ہو جاتا ہے صرف یہ کہہ دینے سے کہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے تو جواب نہیں ہو جاتا“۔(مقیاس صفحہ ۳۰)

جواب: صاحبزادہ صاحب یہ تو ایک عام آدمی بھی سمجھتا ہے کہ قبر اکھیڑنا اور قبر کو شریعت کی منشاء کے مطابق برابر کرنا ان دونوں میں کتنا فرق ہے یہ بات صرف امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ آپ عربی کی تمام لغات (ڈکشنریوں) میں یہ واضح فرق بنظر خود دیکھ سکتے ہیں۔آپ کی علمی حیثیت کے پیش نظر مثلاً مصباح اللغات یا المنجد میں آپکو نبش اور تسویہ کا فرق مل جائے گا۔ہم صاحب مقیاس سے پوچھتے ہیں کہ ذرا سوء و اصفو فکم کا ترجمہ تو کر دیں: لیکن وہ کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح
نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

اور اسی نبش کے لفظ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے شعر میں دیکھ لو کہ اس سے کیا مراد ہوتا ہے۔

مَهْلاً بَنِي عَمِّنا مَهْلاً مَوَالِينا

لاتَنبُشُوا بَيننا مَا كانَ مَدفُونَا

(حماسہ صفحہ ۳۹)

اور لیجئے ہم ایک صحیح روایت عرض کرتے ہیں جس سے مفتی احمد یار خان اور اسی طرح ان حضرات (مثلاً صاحب مقیاس یعنی صاجزادہ) کی بخوبی تردید ہوجاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث مشرکین کی قبروں سے متعلق ہے۔

چنانچہ مشہور تابعی حضرت ثمامہ بن شفی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِرُودِسَ مِنْ أَرْضِ الرُّومِ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا فَأَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا

(نسائی ج ۱ ص ۲۲۱۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ترجمہ: ہم فضالہ بن عبید (المتوفی ۵۳ھ) کے ساتھ روم کی سرزمین میں برودس کے مقام پر تھے کہ ہمارا ایک ساتھی فوت ہوگیا حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر کو (عام مقبروں کے ساتھ) برابر کرنے کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور یہی روایت اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نقل فرمائی ہے:

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شُفَيٍّ قَالَ: خَرَجْنَا غُزَاةً فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ إِلَى هَذِهِ الدُّرُوبِ وَعَلَيْنَا فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ فَتُوُفِّيَ ابْنُ عَمٍّ لِي يُقَالُ لَهُ نَافِعُ بْنُ عَبْدٍ قَالَ فَقَامَ فَضَالَةُ فِي حُفْرَتِهِ فَلَمَّا دَفَنَّاهُ قَالَ: خَفِّفُوا عَنْهُ التُّرَابَ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَأْمُرُنَا بِتَسْوِيَةِ الْقُبُورِ۔ (سنن الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

ترجمہ: ثمامہ بن شفی کہتے ہیں کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ان پہاڑوں کے درّوں میں جہاد کرنے کی غرض سے نکلے ہم پر فضالہ بن عبید سالار مقرر تھے میرا چچازاد بھائی جس کا نام نافع بن عبید تھا فوت ہوگیا حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ ایک کھڈے میں کھڑے ہوگئے جب ہم ان کو دفن کرچکے تو فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبر پر سے مٹی کم کرو اور ہلکی کرو کیونکہ

آنحضرت ﷺ ہمیں قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

اعتراض:

صاجزادہ اقتدار خان گجراتی ابن مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں کہ:

''مولوی صاحب نے اس حدیث سے دھوکہ دیا ہے کہ وہاں ایک قبر اونچی بنادی گئی تھی تو حضرت فضالہ نے اسے ڈھا کر دوسری قبروں کے برابر کر دی۔ حالانکہ نہ یہ اس حدیث کا ترجمہ ہے نہ اس سے ماخوذ ہے کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود ہی اولاً قبر ناجائز بلکہ خلاف سنت بنائیں اور پھر خود ہی ڈھائیں بلکہ یہاں تو فرمایا گیا کہ اول ہی سے وہ قبر مطابق سنت رکھی گئی اس کی تصریح بیہقی کی روایت ہے جہاں الفاظ یہ ہیں......

ترجمہ: میرا چچیرا بھائی فوت ہوگیا جسے نافع ابن عبید کہا جاتا تھا تب فضالہ ایک گھڑے میں کھڑے ہو گئے جب ہم ان کو دفن کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ ان کی مٹی کم رکھو نبی ﷺ نے قبور برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (راہِ جنت صفحہ ٦٤)

جواب: سبحان اللہ! بڑے میاں نے کیا گل کھلائے کہ چھوٹے میاں ان سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے۔ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت راہِ سنت کے کونسے صفحے پر لکھی ہے کہ وہاں ایک قبر اونچی بنادی گئی تھی حضرت فضالہ نے اسے ڈھا کر دوسری قبروں کے برابر کر دی؟

قارئین کرام: مذکورہ عبارت راہِ سنت کے کسی صفحے پر نہیں ہے کہ وہاں ایک قبر تھی الخ۔ اسے صاجزادہ کی اختراع سمجھئے۔ امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دھوکہ نہیں دیا بلکہ آپ اپنے والد کی طرح کم علمی اور نادانی کی وجہ سے خود ہی دھوکہ کھا گئے۔ حالانکہ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت تو واضح ہے کہ وہ بالکل نحوی اور صرفی قواعد کے تحت فرمارہے ہیں۔

امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''لطیفہ: قارئین کرام! بڑے حیران اور متعجب ہونگے کہ اہل بدعت کو قرآن کریم اور صحیح

احادیث (وآثار، ساجد) کے وہ معانی اور مطالب جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ (اور دیگر علماء) کی مراد ہے کیوں سمجھ نہیں آتے؟ لیکن حیرت کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی مراد سمجھنے کیلئے جن شرائط کی ضرورت ہے ان میں سے ایک شرط بھی اہل بدعت میں موجود نہیں ہے اور جن موانع کا ازالہ اور فقدان ضروری ہے وہ ایک ایک مانع اہل بدعت میں موجود ہے پھر بھلا ان کو صحیح معنی کی سمجھ آئے تو کہاں سے؟ اور خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی مراد تک وہ رسائی حاصل کریں تو کیسے؟''۔

(ازالۃ الریب صفحہ نمبر ۴۳۳)

یاد رہے کہ حدیث میں دفناہ ماضی ہے اور ماضی کا معنی گذشتہ زمانے میں ہو چکے واقعے کی خبر دینا ہے۔ اور ''خفضوا'' باب تفعیل سے ہے جس کا خاصہ تعدیہ ہے اور اس کا قرینہ عن عبارت میں موجود ہے۔

اور آپ نے ما قبل میں حضور علیہ السلام کی حدیث (حضرت علی رضی اللہ عنہ وابی الھیاج رضی اللہ عنہ) پڑھی ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو الھیاج رضی اللہ عنہ کو قبروں کے برابر کرنے کا حکم دیا تھا نہ کہ کم رکھنے کا اور اس کی طرف اس مذکورہ حدیث میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے بھی قبر سے مٹی کم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور صاحبزادہ کا یہاں (کم رکھنے) کا ترجمہ کرنا ان کی نادانی اور علم صرف سے ناواقفیت کی علامت ہے۔

ثانیا: شکر ہے کہ مفتی صاحب قولاً اس بات کو تو مان گئے کہ قبر کو اول ہی سے مطابق سنت رکھنا چاہئے۔

اعتراض: صاحب مقیاس باب جنت کی مذکورہ عبارت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''قارئین کرام آپ ان دلائل کا جواب باب جنت میں کہیں نہیں پائیں گے''۔

جواب: صاحبزادہ صاحب نے جو فریبی گل کھلائے ہیں ان کا جواب ایک عام فہم آدمی بھی خود ہی سمجھ جائے گا اس کے لئے مستقل جواب کی ضرورت نہ تھی کوئی ایک دلیل تو ایسی پیش

کریں کہ جسکا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب نہ دیا ہو ۔دیدہ باید۔

جو تم دیتے ہو نوشتہ وہ نوشتہ کیا ہے
جس میں ایک حرف وِفا بھی کہیں مذکورہ نہیں

اور رہی بات دلائل کے جوابات کی تو ذرا ان دلائل کو گنوائیے کہ جن کا جواب امام اہلسنت نے نہیں دیا؟ نبش اور تسویہ کے ہم معنیٰ ہونے کے قائلین ذرا اس بات کی دلیل پیش کر کے دکھائیں۔

{قبوں کو گرانا حکومتِ اسلامیہ کا کام ہے}

تیسری عبارت پر اعتراضات مع جوابات

امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

{عبارت}

''قبروں پر قبوں اور گنبدوں کا گرانا صحیح احادیث اور اقوالِ حضرات فقہاء کرام سے ثابت ہے مگر یہ بات اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ یہ کام سلطان اسلام اور اسلامی حکومت کا ہے انفرادی طور پر افراد کا یہ کام نہیں ہے اس لئے عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے''۔(المنہاج الواضح صفحہ نمبر ۱۹۲)

اعتراض: صاجزادہ اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ان کی ہمت کے قلم و زبان میں بہت زور مگر بزدلی کا یہ عالم ہے کہ اپنے فتوے پر عمل کرتے ہوئے دل گھٹتا ہے مولانا آپ کا یہ فرمان کس آیت و حدیث سے مستنبط ہے کہ قبریں حکومت اسلامیہ ڈھائے جب یہ کام برا ہے تو ہر مسلمان اسے مٹائے حکومت کی قید کہاں سے لگی''۔(راہِ جنت ص ۶۵)

جواب: اس کے جواب میں امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''مفتی صاحب یہاں بھی غلطی کا شکار ہیں:

اولاً: اس لئے کہ پہلے حدیث بحوالہ مسلم وغیرہ عرض کی جا چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچی قبریں ڈھانے کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ اقتدار میں اپنے فوجی افسر کو حکم دیا تھا۔ اگر عوام کے کرنے کے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ فریضہ انفرادی طور پر از خود کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ

خلافت میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ انفرادی طور پر بجالاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم فرمانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اس سے معلوم ہوا کہ یہ افراد کا کام نہیں ہے بلکہ حکومت اسلامی کا کام ہے۔

ثانیاً: مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی شادی شدہ کو سنگسار کرنا، غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا، ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا، شرابی کو کوڑے لگانا، حد قذف کی سزا دینا وغیرہ سینکڑوں احکام قرآن کریم اور حدیث شریف کے احکام نہیں؟

اور کیا ان کے جاری کرنے میں ثواب نہیں ملتا؟

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ انہوں نے ایسے کتنے مجرموں کو سزادی ہے جب کہ خیر سے وہ (باپ اور بیٹے دونوں۔ساجد) مفتی بھی ہیں جب یہ کام برے ہیں تو ہر مسلمان ان کو سزا کیوں نہیں دے سکتا مفتی صاحب ان کی صاف وجہ بتائیں؟''۔(باب جنت صفحہ ۳۵)

اعتراض: صاحب مقیاس کو چاہئے تھا کہ وہ اس عبارت کا جواب دیتا لیکن وہ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قارئین کرام! یہ پوری طرح ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے افسر کو مشرکین کی قبریں ڈھانے کیلئے بھیجا تھا............سرفراز صاحب ہی بتائیں کہ فوٹو اور مجسمہ کا معنی قبہ و گنبد ہے یا اونچی قبر کا مطلب ہے کہ کوئی گنبد یا قبہ نہ چھوڑنا، روایات میں تو کوئی ایسا لفظ نہیں ہے؟ (ص ۳۴)۔

جواب: صاحب مقیاس کا یہ کہنا کہ فوٹو اور مجسمہ کا معنی قبہ و گنبد ہے یا اونچی قبر کا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب قبر زمین سے تھوڑی سی بلند کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈھانے کا حکم صادر فرما دیا تو اسمیں قبہ و گنبد بطریق اولیٰ داخل ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک گناہ اگر تھوڑا کیا جائے تو عتاب ہو اور زیادہ کیا جائے تو نہیں۔ یہ بات بھی ملحوظِ نظر رہے کہ ہم نے طحطاویؒ کے حوالے سے صراحتاً قبوں کے عدم جواز کی دلیل پیش کر دی ہے اور ذرا مفتی صاحب ہی ہمت فرما کر قبوں کے جواز کی دلیل صحیح پیش فرما دیں۔

{سبز گنبد}

باقی تمام قبوں کو اور قبروں پر عمارات کو آنحضرت ﷺ کے روضے مبارک پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے اور بعض دوسروں نے کہا کہ آپ ﷺ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ نبی صرف اسی جگہ میں دفن کیا جاتا ہے جس میں ان کی وفات ہوتی ہے، سو اسی جگہ آپ ﷺ کی قبر کھودی گئی۔

(موطا امام مالک ؒ ص ۸۰۔ شمائل ترمذی ص ۲۸)۔

چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی تھی لہٰذا اس حدیث کی رو سے آپ ﷺ کو وہاں دفن کیا گیا، باقی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بالتبع وہاں دفن ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ اگر وہ اس جگہ سے باہر کہیں دفن ہوتے تو ہرگز ان کی قبروں پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عمارت تعمیر نہ کرتے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ہزاروں کی تعداد میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے مگر کسی کی قبر پر نہ تو گنبد بنائے گئے اور نہ عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ کئی صدیوں کے بعد ترکوں نے اپنے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے پیشِ نظر متعدد قبروں پر گنبد تعمیر کئے مگر ان کا یہ فعل شرعاً کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ پہلے صحیح اور صریح روایت گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع کیا ہے جو کام آپ ﷺ نے منع کیا ہو وہ کسی کے کرنے سے جائز نہیں ہو جاتا۔

الغرض یوں نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پہلے ہو اور اس پر عمارت بعد میں تعمیر کی گئی ہو۔ چونکہ آپ ﷺ کی وفات ہی اس حجرے میں ہوئی اس لئے سابق حدیث کے پیشِ نظر آپ ﷺ کو وہاں ہی دفن کیا گیا۔ پھر حسب تحقیق شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ایک خاص المناک واقع پیش آیا جس کے تحت سن ۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین شہید محمود بن زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے ارد گرد نہایت گہری دیوار

میں سیسہ اور رانگ گھلا کر اس کو بھر دیا اور مضبوط دیوار قائم کی۔
(جزب القوب الیٰ دیار المحبوب ص ۸۶)

اور پھر سن ۶۷۸ھ میں سلطان قلاوٗن صالحی نے یہ گنبد سبز جواب تک موجود ہے بنوایا مفتی احمد یار خان صاحب کو اس کا اقرار ہے (دیکھئے جاء الحق صفحہ ۲۷۲)

اعتراض نمبر ۹: صاحب مقیاس اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لمبی چوڑی عبارت لکھ کر مولوی سرفراز نے کونسا قلعہ فتح کرلیا ہے، کیونکہ حوالے میں تصریح ہے کہ نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کے وفات ہو اس میں جگہ کی تخصیص ہے نہ کہ یہ بھی ہے کہ عمارت اگر ہو تو اسے بھی ویسے کا ویسا ہی رہنا چاہئے اس لئے کہ اگر قبر خاص پر عمارت ممنوع ہوتی تو صحابہ کرام ؓ حجرہ گرا دیتے اور جہاں نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تھے وہی دفن فرما دیتے اور ہمارا یہی اعتراض ہے کہ صحابہ کرام ؓ نے اس حجرے پر کوئی اعتراض نہ کیا اس لئے قبور خاص پر عمارت بنانا ثابت ہے۔ (مقیاس جنت ص ۳۸)

جواب: (۱) قارئین کرام حق بات تو اس کو سمجھ آتی ہے جس میں سمجھ ہو اور اہل دل ہو اور جو نادان ہو اسے کیا سمجھ آئے گا۔

(۲) اور دوسری بات کہ مکان میں دفن کرنا اور گنبد بنانا یہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خاصیت ہے جیسا کہ ہم نے شامی کے حوالے سے استدلال نمبر ۹۔ میں مفصل ذکر کرلیا ہے۔

(۳) اور جبکہ یہ خاصیت صرف انبیاء علیہم السلام کی ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس جگہ دفن کرنے پر اعتراض کیوں کرتے اور وہاں آپ کے جیسے نادان کو اس پر اعتراض ہو تو (فلوم الخفاش لا یضر الشمس)...... کی ملامت سورج کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(۴) اور یہ خاصیت صرف انبیاء علیہم السلام کی ہے کسی ولی کی قبر پر بنانا بدستور ناجائز ہے آیا آپ کے یہاں اولیاء اللہ کا مرتب انبیاء علیہم السلام کے برابر ہے؟

اعتراض نمبر ۱۰: قارئین کرام! صاجزادہ صاحب ما قبل کی تشریح پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ...... ”مولوی سرفراز صاحب! اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہے کہ روزہ رسول

ﷺ کا ڈھا دینا واجب ہے کہ یہ بھی قبر پر قبہ ہے''۔

جواب نمبر ۱ : امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

راہِ سنت ص ۱۸۱، میں باحوالہ یہ بحث موجود ہے (جیسا کہ ہم باحوالہ عرض کر چکے ہیں، ساجد)

''گنبدوں پر آنحضرت ﷺ کے گنبد خضرا کو قیاس کر کے گرانا یا ڈھا دینا درست نہیں وہ دوسرے دلائل سے مستثنیٰ ہے (جیسا کہ ہم شامی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ساجد)

(باب جنت ص ۳۳)

جواب نمبر ۲ : اور صاحبزادہ کی عبارت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''یہ ہے مفتی صاحب کی دیانت اور امانت، حیرت ہے اس دیانت پر اور تف ہے اس امانت پر، مفتی صاحب اس جذباتی اور شر انگیز جواب سے ممکن ہے آپ کی جماعت کے کچھ لوگ مطمئن ہو جائیں مگر آپ کی جماعت کے جن حضرات نے ''راہِ سنت'' کا مطالعہ کیا ہے وہ آپ کے اس جواب پر اور آپ کے مفتیانہ تقدس پر ضرور اشکِ افسوس اور ندامت بہاتے ہوں گے۔ مفتی صاحب کیا آپ میں خوفِ خدا نہیں؟ مفتی ہی سہی مگر موت سے چھٹکارا تو نہیں کیا قبر کی ہولناکی کا منظر آپ کے پیش نظر نہیں؟ خدارا فرمائیے قصہ کیا ہے''۔(باب جنت ص ۳۴)

اعتراض : صاحب مقیاس مذکورہ ص ۳۳ (اول والی) عبارت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''سرفراز صاحب آپ نے جو تشریح مرقوم کی ہے اس کی خامیاں تو آپ پر واضح ہو چکی ہوں گی۔مفتی صاحب کا یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ اس فتویٰ کا نتیجہ ہے کہ روضۂ رسول ﷺ کا ڈھانا درست ہے کیونکہ یہ بھی قبر پر قبہ ہے کیونکہ آپ کی جماعت کی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند سے سوال کیا گیا، سوال یہ ہے:

سوال : بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہے بالتشریح وتفصیل جواب تحریر فرمائیے۔دیکھئے اس کا جواب کیا ملتا ہے۔

الجواب : قبور پر گنبد اور اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے بنانے والے جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں الخ۔ بندہ عزیز الرحمن مفتی دار العلوم دیوبند فتاویٰ دیوبند جلد اول ص ۱۴ سطر ۵ ماخوذ از رسالہ دیوبندی مذہب۔ سرفراز صاحب آپ ہی بتائیں مفتی صاحب ٹھیک کہہ رہے کہ نہیں آپ میں سے اور مفتی دیوبند میں سے کون سچا ہے''۔

(مقیاس جنت ص ۳۹)

جواب : صاحب مقیاس نے یہ سوال و جواب پورا نقل نہ کیا اگر یہ پورا نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی لیکن پھر اپنی قوم کو خوش کس طرح کرتے اگر یہ اچھا کام ان سے سرزد ہو جاتا۔ پہلے ہم پوری عبارت نوٹ کر دیں پھر کچھ کہیں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ لکھتے ہیں کہ:

سوال : ایک متبع سنت فوت ہوا اس کے مریدین و معتقدین اس کی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف کچی قبر رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنۂ شرک کا ہے جیسا کہ فی زمانہ مقابر اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عند اللہ مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر کیجئے۔

الجواب : قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے بنانے والے جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے۔ **نھی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور**

(عزیز الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۱۷)

قارئین کرام ! مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا ناجائز اور حرام ہیں وہ عمومی بات کر رہے ہیں نہ یہ کہ حضور ﷺ کے گنبد خضراء کے متعلق کوئی فتویٰ دیا جیسا کہ بدعتی نے ثابت کرنے کی مذموم

کوشش کی اور یہی بات امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آئمہ مسلمین نے قبروں پر عمارت بنانے اور ان کو پختہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اس کو بدعت ضلالۃ کہتے ہوئے انکار کیا ہے۔

(المنہاج الواضح ص ۱۸۴)۔

اور صاحب مقیاس کا یہ کہنا کہ آپ میں سے اور مفتی دیوبند میں سے کون سچا ہے سراسر کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ جب ان دونوں علماء کرام کے نزدیک قبروں پر گنبد ناجائز ہے تو تعارض کیسا؟ کہ ہم ایک کو سچا کہیں اور دوسرے کو چھوٹا دونوں کا مدعیٰ ایک ہے اور دونوں سچے ہیں اور رہا مسئلہ گنبد خضرا کے ڈھانے کا تو اس کی مکمل تشریح گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہی مسلک تمام علماء دیوبند کا ہے اور تمام آئمہ سلف کا بھی ہے۔

نوٹ: اصل کتاب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں امام حسین کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ ہے علیہ السلام نہیں ہے۔ مگر ان آندھوں کو اصل ماخذ دیکھنے تک کی توفیق نہیں اسی طرح دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف کے مولف نے بھی دیوبندی مذہب سے اس عبارت کو سرقہ کرتے ہوئے علیہ السلام کو ہی لکھا

ترسم کہ نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کہ ایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

لطیفہ۔ {پختہ قبریں بنانے کا ایک اور فائدہ}

مفتی احمد یار خان گجراتی پختہ قبریں بنانے پر دلیل کے طور پر ایک قصہ لکھتے ہیں کہ:

”میں نے اپنے وطن میں دیکھا کہ دو قبرستان تھے، ایک میں کچھ قبریں پختہ تھیں اور دوسرا پختہ قبروں سے خالی تھا۔ فقیروں نے خفیہ طور پر وہ قبرستان فروخت کردیئے۔ مقدمہ چلا تو جس قبرستان میں پختہ قبریں نہ تھیں، حکام نے اس کو سفیدہ مانا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے وہ نکل گیا۔ جس میں پختہ قبریں تھیں وہ حصہ مسلمانوں کے پاس رہا“ (محصلہ) پھر کچھ آگے

لکھتے ہیں کہ:

''اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہئیں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہے، جیسے مسجد کے لئے مینارے۔ (جاءالحق)

اس لطیفے کا جواب امام اہلسنت قاطع الشرک والبدعت صفدر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''کیا خوب! سوال یہ ہے کہ وقف کو محفوظ رکھنے کے اس طریقہ کا پتہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کیوں نہ لگا، بلکہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقاء وقف کا یہ طریقہ کیوں معلوم نہ ہوا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں قبریں پختہ بنانے سے منع کیا؟ اور انہوں نے کیوں پختہ قبروں اور ان پر عمارتوں کو ڈھانے کی مہم شروع کر رکھی؟

مفتی صاحب کو تو یہ پتہ لگا، مگر ان کو نہ لگا کیوں؟ یہ نہ پوچھئے۔

باقی جس قبرستان میں پختہ نہ تھیں، ان کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا اس پر مبنی نہیں کہ وہاں قبریں پختہ نہ تھیں بلکہ اس میں ایک تو مسلمانوں کی غفلت اور بے پروائی شامل ہے۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ قبروں پر فقیروں اور مجاوروں کا وجود نامسعود (جو سراسر اسلام کے خلاف ہے) اس کی علت ہے۔ اصل سبب اور علت کو سوچنے کی کوشش نہیں کی اور غیر علت کو علت اور سبب بنانے کا مفتی احمد یار خان صاحب کو پتہ لگ گیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ''۔

(المنہاج الواضح صفحہ نمبر ۲۰۳۔ ۲۰۴)

ایک عام آدمی بھی اس بات کو بغیر تامل سمجھ جائے گا کہ مفتی صاحب کی یہ عبارت دلیل نہیں ہے۔ لیکن مفتی صاحب کہتے ہیں کہ قبریں پختہ ضروری بنانی چاہئے۔ (محصلہ)

آخر حدیث سے اس قدر دشمنی کیوں؟ مفتی صاحب اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں کیونکہ اس میں نجات ہے۔

ایہہ دن اپنا سوچ دلا کر اطاعت ذکر الٰہی
رب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوں راضی کر لے چھوڑ فساد مناہی

{علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا مسلک}

علامہ ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

فَاتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَالصَّلَاةُ فِيهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا، إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا تَضَمَّنَتْهُ السُّنَّةُ مِنَ النَّهْيِ عَنْهُ مَمْنُوعٌ لَا يَجُوزُ.

(تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۲۹، سورہ کہف)

ترجمہ: قبر پر مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا اور اس پر عمارت بنانا اور اس کے علاوہ حدیث میں جس پر منع واقع ہوئی ہے وہ ممنوع ہے اور ناجائز ہے۔

کچھ آگے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّ هٰذَا الِارْتِفَاعَ الْمَأْمُورَ بِإِزَالَتِهِ هُوَ مَا زَادَ عَلَى التَّسْنِيمِ، وَيَبْقَى لِلْقَبْرِ مَا يُعْرَفُ بِهِ (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۳۱)

ترجمہ: اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ قبر کی اجازت دی گئی مقدار تک چھوڑنا ہے اور جو کوہان کی مقدار سے زیادہ ہو اس کو گرایا جائے اور معروف قبر کی مطابق چھوڑا جائے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کو قرآن کریم کی آیت "**لنتخذن علیهم مسجداً**" کے تحت درج کی گئی حدیث حضرت ابی الہیاج رضی اللہ عنہ کے بعد ذکر فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث ابی الہیاج رضی اللہ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم حضرت حیان بن حصین ؒ کو قبر کے برابر کرنے کے بارے میں تھا اور وہ بھی ان قبروں کے ساتھ برابر کرنے کا حکم تھا کہ جو شریعت کی مقدار کے برابر ہوں۔

اور آگے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

وأما تعلية البِنَاءِ الْكَثِيرِ عَلَى نَحْوِ مَا كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَفْعَلُهُ تَفْخِيمًا وَتَعْظِيمًا فَذٰلِكَ يُهْدَمُ وَيُزَالُ (تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۳۳۱)

ترجمہ: قبر کو زیادہ بلند کرنا جس طرح کہ جاہل لوگ ان کی تعظیم کے لئے بناتے تھے پس

ایسی قبر کو ڈھایا جائے اور ختم کیا جائے۔

اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

هذا الذی ذکر المصنف هو مذهب الفقهاء و المحدثین من السلف کافة۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۰۔ صفحہ نمبر ۳۳۱)

ترجمہ: مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو مذکورہ عبارت ذکر فرمائی ہے یہ سلف کے تمام فقہاء محدثین کی رائے ہے اور یہی مذہب ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے صاف **معلوم** ہوتا ہے کہ قبروں کو بلند کرنا اور ان پر عمارت تعمیر کرنا یا کرانا جمہور علماء فقہاء اور محدثین کے نزدیک ناجائز ہے۔

ہے یہ فعل مجموعۂ سینکڑوں قباحت
بزرگوں نے کردی ہے اس کی وضاحت

{تحقیقِ علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ}

علامہ آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا خلاصہ مطلوب حق کیلئے ہم نقل کرتے ہیں۔

واستدل بالآية على جواز البناء على قبور الصلحاء واتخاذ مسجد عليها وجواز الصلاة في ذلك وممن ذكر ذلك الشهاب الخفاجي في حواشيه على البيضاوي وهو قول باطل عاطل فاسد كاسد فقد روى أحمد وأبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه عن ابن عباس قال: قال رسول الله لعن الله تعالى زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج ومسلم ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم مساجد فإني أنهاكم عن ذلك وأحمد عن أسامة وهو والشيخان والنسائي عن عائشة ومسلم عن أبي هريرة لعن الله تعالى اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد ...... وذكر ابن حجر في الزواجر أنه وقع في كلام بعض الشافعية عند اتخاذ القبور مساجد والصلاة إليها واستلامها والطواف بها ونحو ذلك من الكبائر وكأنه أخذ ذلك مما ذكر من الأحاديث .... وكون هذا الفعل كبيرة ظاهر من الأحاديث وكأنه قاس عليه كل تعظيم للقبر كإيقاد السرج عليه تعظيما له وتبركا به والطواف به كذلك وهو أخذ غير بعيد سيما وقد صرح في بعض الأحاديث المذكورة بلعن من اتخذ على القبر سراجا فيحمل قول الأصحاب بكراهة ذلك على ما إذا يقصد به تعظيما وتبركا بذي القبر وقال بعض الحنابلة: قصد الرجل الصلاة عند القبر متبركا به عين المحاداة لله تعالى ورسوله وإبداع دين لم يأذن به الله عز و جل للنهي عنها ثم إجماعا فإن أعظم المحرمات وأسباب الشرك الصلاة عندها واتخاذها مساجد أو بناؤها عليها وتجب المبادرة لهدمها وهدم القباب التي على القبور إذ هي أضر من مسجد الضرار لأنها أسست على معصية رسول الله لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن ذلك وأمر بهدم القبور المشرفة وتجب إزالة

كل قنديل أو سراج على قبر ولا يصح وقفه ولا نذره فالبناء على قبورهم أكثر من الكتابة عليها في المقابر المسبلة كما هو مشاهد لا سيما بالحرمين ومصر ونحوها وقد علموا بالنهي عنه فكذا هي فإن قلت: هو إجماع فعلي فهو حجة كما صرحوا به قلت: ممنوع بل هو أكثري فقط إذ لم يحفظ ذلك حتى عن العلماء الذين يرون منعه وبفرض كونه إجماعا فعليا فمحل حجيته كما هو ظاهر إنما هو عند صلاح الأزمنة بحيث ينفذ فيها الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وقد تعطل ذلك منذ أزمنة ولو بني نفس القبر لغير حاجة مما مر كما هو ظاهر أو تحويط أو قبة عليه في مقبرة مسبلة كأرض موات اعتادوا الدفن فيها أو موقوفة لذلك بل هي أولى هدم وجوبا لحرمته كما في المجموع ــــــ وقد أفتى جمع بهدم كل ما بقرافة مصر من الأبنية حتى قبة الإمام الشافعي عليه الرحمة التي بناها بعض الملوك ــــــ وبالجملة لا ينبغي لمن له أدنى رشد أن يذهب إلى خلاف ما نطقت به الأخبار الصحيحة والآثار الصريحة معولا على الاستدلال بهذه الآية فإن ذلك في الغواية غاية وفي قلة النهي نهاية وقد رأيت من يبيح ما يفعله الجهلة في قبور الصالحين من أشرافها وبنائه بالجص والآجر وتعليق القناديل عليها والصلاة إليها والطواف بها واستلامها والاجتماع عندها في أوقات مخصوصة إلى غير ذلك ــــــــــ وكل ذلك محادة لله تعالى ورسوله وإبداع دين لم يأذن به الله عز وجل

(تفسیر روح المعانی، ج ۱۵، ص ۲۳۶ تا ۲۴۰ سورہ کہف)

ترجمہ: اور استدلال کیا گیا ہے اس آیت سے صلحاء (ولیوں) کی قبروں پر بناء (گنبدوں) کے جولز پر اور ان پر مساجد بنانے پر اور ان میں نماز پڑھنے پر اور جو علامہ شہاب خفاجی نے حاشیہ بیضادی میں اس کے جواز کو ذکر کیا ہے وہ قول باطل بے کار فاسد اور گھٹیا ہے پس مسند احمد، ابوداؤ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کی لعنت ہو قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان پر جو ان قبروں پر مساجد بناتے ہیں (یعنی سجدہ گاہ بناتے ہیں) اور قبروں

پر چراغ جلاتے ہیں............... اور ابن حجر مکی کتاب الزواجر میں ذکر کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کلام میں یہاں تک صراحت ہے کہ قبور کو سجدہ گاہ بنانا اور انکی طرف نماز پڑھنا اور ان کا استلام کرنا یعنی چھونا اور ان کا طواف کرنا اور اسی طرح دیگر حرکات گناہ کبیرہ ہیں اور ابن حجر نے انھیں دلائل سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں.......... اور ان افعال کا کبیرہ ہونا یہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہی حکم قبر کی ہر قسم کی تعظیم پر ہوگا جیسے کہ قبروں پر چراغ جلانا قبروں کی تعظیم کے واسطے یا ان سے تبرک کے حصول کیلئے صاحب قبر سے اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنا قبر کے قریب حصول تبرک کیلئے یہ اللہ سے مقابلہ کی عین صورت ہے اور اس کے رسول سے مقابلہ ہے اور دین میں بدعت کی ایجاد ہے جس کی اجازت اللہ عزوجل نے نہیں دی اس کے منھی عنہ ہونے کی وجہ سے ۔۔ پھر یہ بات اجماعی ہے کہ حرام افعال میں سب سے بڑا حرام اور شرک کے اسباب میں سے یہ ہے کہ قبر کے نزدیک نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ بنانا اور اس پر عمارت بنانا اور واجب ہے ان اونچی قبروں کو گرانا اور ان پر جو گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرانا کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اس وجہ سے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں اور واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل یا چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے اور اس کو وقف کرنا اور نذر کرنا بھی جائز نہیں ہے...... اور خصوصاً مصر اور حرمین میں قبروں پر تعمیرات دیکھنے میں آتی ہیں تو اگر کوئی کہے کہ یہ تعمیرات اجماع فعلی ہیں جو کہ حجت ہے تو جواب یہ ہے یہ اس سے زیادہ ممنوع ہے ۔۔۔۔ اور اجماع فعلی اس وقت حجت تھا کہ جب زمانہ والے مصلح ہوا کرتے تھے کہ اس میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر نافذ تھا اب یہ صفت مفقود ہو چکی ہے اگر عین قبر کو بنائے بغیر حاجب کے یا اس پر چھت یا قبہ بنائے عام مقبرے میں جیسے قبرستان عام یا وقف شدہ زمین میں تو اس کو گرانا زیادہ ضروری ہے بوجہ اس کے حرام ہونے کے ۔۔۔۔۔ اور ایک بڑی جماعت نے مصر کی ایسی تعمیرات کو گرانے کا حکم دیا حتی کہ امام شافعیؒ کی قبر کے گنبد کو بھی گرانے کا حکم دیا جو کہ بعض بادشاہوں نے بنایا تھا۔..............

اور بالجملہ اسی کیلئے مناسب نہیں ہے جس کو ہدایت کا سب سے کم درجہ بھی نصیب ہو کہ میری اس تحقیق کی مخالفت کرے جو میں نے صحیح احادیث اور آثار سے اخذ کی اور اس آیت کو معلول کرتے ہو گے۔ بے شک ایسا کرنا گمراہی کی انتہاء ہے وقلت عقلی (کم عقلی) کی انتہاء ہے۔
اور تو نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ جہلاء ان افعال کو مباح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جو ولیوں کی قبروں کے ساتھ وہ جاہل کرتے ہیں۔ ان کو بلند کر کے اور اس کی گچ کے ساتھ تعمیر کر کے اور پینٹیں لگا کر اور چراغ لٹکا کر اور اس کی طرف نماز پڑھ کر اور اس کا طواف اور استلام کر کے اور ایک وقت معین پر اجتماع (عرس) کر کے............ یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی ہے اور دین میں بدعت کی ایجاد ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

حق کے متلاشی اور سنی کیلئے یہ تحقیق سکون قلب کا ذریعہ اور کافی ہے (ساجد)

باب چہارم
قبروں پر چراغ جلانا

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور قرون مشہود لھا بالخیر سے باحوالہ یہ بات پایۂ اثبات اور منزل یقین تک پہنچ چکی ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر گنبد بنانا اور عمارات کو تعمیر کرنا ان قبور پر (چاہے وہ ولی کی ہو یا غیر ولی کی ہو عالم کی ہو یا غیر عالم کی ہو، مکروہ تو درکنار) بدعت قبیحہ اور حرام کے قبیل سے ہیں اور کسی صاحب عقل اور ذی شعور اور ذکی آدمی کے لئے سمجھنا مشکل ہے نہ ہی حق کے متلاشی کیلئے غیر سہل ہے، بلکہ یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ قبہ زنی اور گنبد وغیرہ ناجائز ہیں، اس طرح زمانہ حال کی ایک اور بدعت قبروں پر چراغ جلانا اور قندیل وغیرہ روشن کرنا رواج پزیر ہوئی ہے یہ بھی مکروہ ہے اور بدعت ہے۔

اور اس بدعت کی بھی تمام علمائے اہل حق نے سختی سے تردید فرمائی ہے اور اس کو بھی بدعت اور حرام کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

باجودیکہ یہ بدعت علماء کی نظر میں بھی ہے لیکن اگر اہل بدعت حضرات سے اس فعل قبیح کے مرتکب ہونے سے روکنے کی درخواست کی جائے یا اس بدعت پر متنبہ کیا جائے، بہر دوصورت وہ یہ بات کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ: ''یہ عالم کی قبر ہے یا جس عالم نے اس کو بدعت کہا ہے تو اس کی مراد بدعت حسنہ ہوتی ہے''، یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ: ''انہوں نے قبر پر رکھنے سے منع فرمایا ہے قبر کے نزدیک رکھنے سے نہیں روکا''۔ جن کے جوابات آپ ان شاء اللہ تعالیٰ آنے والی عبارت میں پالیں گے۔

بہرحال یہ کہنا کہ یہ عالم کی قبر ہے، اور اس لئے ولی کی قبر پر رکھنا جائز ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ چراغ ہر کس و ناکس کی قبر پر رکھا جاتا ہے، چاہے وہ عالم کی ہو یا اس شیخ کی ہو جس نے کبھی زندگی میں مسجد کے سامنے سے گزرنے کا قصد بھی نہ کیا ہو، یا وہ ساری عمر بدعات کے کیچڑ میں غوطہ زن رہا ہو۔

اگر بالفرض یہ کسی ولی کی قبر پر بعض مصلحت اور فوائد کی بناء پر جائز و مستحسن ہوتا تو

ا؎ اور یہی بات فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۱۶۶ ج ۲۴ پر امام صاحب کے حوالے سے کی ہے۔
اور ہمارے نزدیک جائز ہے جیسا کہ کتب فقہ و فتاویٰ میں صراحت ہے (عمر)

اوّلاً اس سے جناب نبی کریم ﷺ کیوں روکتے ؟، اور ثانیاً اس استحسان کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیوں نہ اپنایا؟ ،وہ اتنے بڑے فوائد سے لبریز فعل سے کیوں رکے اور آنے والوں کو روکتے رہے باوجود یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے بعد سب سے بڑے ولی ہی یہی تھے۔

اور ان کو وہ فوائد کیوں نہ سوجھے جو آج کے بدعتیوں کو سوجھ گئے۔

الغرض: فلاح ونجات، کامیابی وکامرانی کا باعث تو صرف اور صرف قرآن مجید کے ساتھ ساتھ اتباع محمد ﷺ ہی میں مضمر ہے، اور فوز عظیم تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے ہی سے نصیب ہوگی ، اور ان کی مخالفت کرنے پر دونوں جہاں کی ناکامی سے ہمکناری لازم ہے۔اور صرف اسی پہلو میں مفلحون کا عشق منحصر ہے،اور اس کے خلاف گمراہی ہی گمراہی ہے۔

خلاف ِ پیغمبر جو قدم اٹھائے گا
کوئی منزل نہ ملے گی کوئی رستہ نہ پائے گا

تو معلوم ہوا کہ اتباع اور صحبت لازم اور ملزوم ہیں ، کہ نہ اتباع بغیر صحبت کے حاصل ہوگی اور نہ صحبت کے بغیر اتباع تسلیم کی جائے گی ۔تو اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد یہ واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے ۔اس لئے کہ مخالفین کسی بھی صحیح حدیث سے دلیل پیش نہ کرسکے اس حال میں کہ اس کے خلاف احادیث بھی ہیں اور دلائل کے انبار بھی موجود ہیں۔

ا۔ قال یحیٰ سمعت مالکا یکرہ ذالک۔مطاء امام مالک ص ۲۰۷
امام یحیٰ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس کی کراہت کا قول سنا

احناف کا مسلک

چنانچہ اس کے متعلق آپ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ زائرات القُبُور و المتخذین عَلَیْهَا الْمَسَاجِدو السرج

(ابو داؤد ج ۲،ص ۱۰۵،نسائی ج ا،ص ۲۲۲،مشکوۃ ج ا،ص ۷۱،سنن الکبریٰ ج ۴،ص ۷۸)

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی اوران پر مسجد بنانے والے او چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور اس قبر کو سجدہ گاہ بنانے والوں اور ان پر چراغ روشن کرنے والوں کو ملعون کہا گیا ہے۔

قارئین کرام! جس کام سے آپ ﷺ منع فرمائیں وہ جائز و مستحسن نہیں ہوسکتا ہے۔

اگر مفتی صاحب کہیں کہ یہ قرأۃ وغیرہ کیلئے کیا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو حرام کہنے کی وجہ ہی یہی ہے کہ اسے روشن تو قرأۃ وغیرہ کیلئے کیا جاتا ہے لیکن اس کے تحت عوام الناس، قبور پر وہ ~~افعال کرتے ہیں کہ جو آپ ﷺ نے ملعون فرمائے ہیں۔~~

اسی وجہ سے اب چراغ اور موم بتیاں روشن کرن حرام و ناجائز ہیں اور بدعت ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اثر جہنم میں سے ہے لہٰذا احتراز ضروری ہے۔

اس حدیث کی رو سے جب یہ بات آشکارہ ہوگئی اور منظر عام پر آگئی کہ آپ ﷺ نے اس فعل یعنی قبور پر چراغ جلانے سے سختی سے منع فرمایا اور اس کے مرتکب کو ملعون فرمایا تو کونسا ایسا اہل السنت والجماعت کا مدعی ہے کہ جو آپ ﷺ کی بات کو ٹھکرائے اور روگردانی کرے، اور پھر سُنّی کا سُنّی ہی رہے؟

موتی لٹا رہے ہیں یہ الفاظ نبی ﷺ کے
سرچشمۂ ہدایت ہیں یہ الفاظ نبی ﷺ کے

چنانچہ ملاعلی القاری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ:

وَالنَّهْيُ عَنِ اتِّخَاذِ السُّرُجِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَضْيِيعِ الْمَالِ، لِأَنَّهُ لَا نَفْعَ لِأَحَدٍ مِنَ السِّرَاجِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ أَثَارِ جَهَنَّمَ

(مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۹، مکتبہ امدادیہ۔ باب المساجد مواضع الصلوٰۃ)

ترجمہ: مذکورہ حدیث میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور مال کا ضیاع ہے اور اس لئے کہ آگ جہنم کا اثر ہے۔

قارئین کرام! ملا علی القاریؒ نے قبروں پر چراغ جلانے کے ناجائز ہونے پر تین دلائل پیش فرمائیے ہیں۔

(۱)۔قبروں پر چراغ جلانے سے مال کا بے فائدہ ضیاع ہے یعنی ضائع کرنا ہے۔

(۲)۔اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔

(۳)۔اور اس لئے کہ آگ جہنم کا اثر ہے اور چراغ میں بھی آگ ہے اس لئے ناجائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ان تین وجوہ کی بناء پر ممانعت آئی ہے اور یہ وجوہ ایسی ہیں کہ نفس چراغ جلانے سے پائی جاتی ہیں چاہے اس کے ساتھ کوئی بھی پیوند لگا یا جائے مفتی صاحب اور صاحب مقیاس نے ملا علی القاریؒ کی اس عبارت میں بھی دھوکہ کیا ہے۔جس کی تفصیل آگے آئے گی۔(انشاء اللہ تعالیٰ)

حق ابھرتا ہی رہا نقش بقاء دین کے نظیر

مٹ گیا آپ ہی حق کو مٹانے والا

یہ تو تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اور اس کی تشریح اب آگے صحابہ کرامؓ کے اثر بھی ملاحظہ فرمالیں۔

چنانچہ جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ المتوفی ۴۳ھ فاتح مصر نے وصیت فرمائی تھی کہ

ترجمہ: جب میری وفات ہوجائے تو میری ساتھ نوحہ کرنے والی عورتوں کو نہ لایا جائے اور نہ میرے ساتھ آگ ہو۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ

کرامؓ بھی اس کی نفی فرمارہے ہیں۔

یہ وہ فیض یافتہ حضرات ہیں جو کہ آفتاب ہدایت کے درخشاں ستارے اور سماء علم کے روشن ومنورکوکب ہیں تو یہ حضرات کیسے ایک جائز کام کے نہ کرنے کی وصیت فرمائیں؟

کیوں ادھر چشم عنایت سے نہیں پڑتی نظر
پردے کیا آنکھوں پہ رنج بےسبب میں پڑ گئے

اگر حضرت عمروابن العاصؓ کا یہ قول عدل وانصاف پر مبنی ہے تو اس قول کیساتھ عدل کرتے ہوئے مفتی صاحب قبروں پر چراغ جلانے سے کیوں نہیں روکتے۔

اورخاک بد۔۔۔اگر صاحب مقیاس یہ کہہ دیں کہ ''صحابہ کرامؓ دعادل نہ تھے'' تو پھران

۔۔۔۔۔

ملاعلی القاری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

والصحابة کلهم عدول۔ (مرقاة جلد ۵ صفحہ ۵۱۷)

ترجمہ: کہ صحابہؓ سارے کہ سارے عادل ہیں اور ثقہ ہیں۔

توجب معلوم ہوگیا کہ صحابہؓ عادل ہیں اور ثقہ ہیں تو ان کی بات کوکون سا مسلم ٹھکرا سکتا ہے؟

نقش قدم پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلا واسطہ شاگرد کا فرمان اور وصیت پھراس کے بعد آنے والوں نے اوران کی متبعین نے کیا فرمایا آئیں اس کی جھلک بھی آپ کو دکھادیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

اما ارتکاب محرمات ازروشن کردن چراغها وملبوس ساختن قبور و سرودها ونواختن معازف بدعت شنیعه اند و حضور جنیں مجالس ممنوع۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین)

ترجمہ: یعنی حرام کاارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانااوران پر چادریں چڑھانااورسرود اورگانے بجانے کے آلات استعمال کرنابدعت سیہ میں سے ہےاورایسی مجلس میں حاضرہونا ممنوع ہے۔

بقول شاہ صاحبؒ کے کہ قبروں پر چراغ جلانا وغیرہ یہ سب ارتکاب حرام ہے۔
مفتی صاحب نے اس عبارت کا جواب کہیں نہ دیا اور جواب میں کہتے ہی کیا جبکہ صریح حدیث موجود ہے اور فقہاء کے اقوال موجود ہیں۔

قارئین کرام: شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغ جلانا حرام ہے اوراس طرح ان پر چادریں چڑھانا اور گانا بجانا بھی حرام ہے۔

قبروں پر چراغ جلانے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ عوام الناس ان قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جو سبب بنتا ہے ان کا اس پر ناچ ڈھول گانے کا۔

اور یہی وجہ ہے کہ کچھ عوام الناس قبروں پر جھکتے ہیں اگر یہ اشیاء نہ ہوتو رات میں یہ افعال کوئی نہ کرے گا۔

چھپائیں گے کہاں تک رازِ محفل شمع کے آنسو
کہے گی خاک پروانہ کہ پروانے پہ کیا گزری

جو علماء بدعات کے خلاف کہیں ان کے بارے میں اگر ان حضرات سے پوچھا جائے کہ یہ علماء کیسے ہیں تو یہی کہیں گے کہ بڑے ہی بزرگ ہستیاں ہیں لیکن جب ان ہی علماء کے اقوال پیش کئے جائے تو کہتے ہیں کہ یہ کوئی مجتہد تو ہے ہی نہیں کہ ان کے اقوال کو بغیر حدیث کے مان لئے جائے اور کراہت تحریمی فقط ان کے قول سے ثابت ہو، یہ کیسے محبت ہے کہ بات نہ مانے اور ان کے بارے میں مدحیہ الفاظ کہے جائیں جبکہ وہ علماء حدیث کے مخالف نہیں بلکہ موافق کررہے ہیں۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لا یجوز مایفعله الجهال یقبور الاولیاء والشهداء من سجود والطواف حولها واتخاذالسراج۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۵)

ترجمہ: جائز نہیں جو جاہل لوگ اولیاء شہداء کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں سجدہ اوراس کے اردگرد طواف اوراس قبر پر چراغاں کرنے سے۔

یعنی جو لوگ اولیاء وغیرہ کی قبروں پر سجدہ طواف اور چراغاں وغیرہ کرتے ہیں وہ جاہل ہیں اوران کا یہ فعل ناجائز ہے۔

صاحبزادہ صاحب ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں کہ کیا یہ کرنے کی بنا پر بقول قاضی صاحب

کے وہ جاہل ہیں یا نہیں؟

اوران تین باتوں کا ایک ساتھ ذکر کرنے مطلب ہی یہی ہے کہ یہ تینوں لازم ملزوم ہیں۔صاحبزدہ صاحب کیوں عوام کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہو۔اپنی آخرت کی فکر نہیں ہے اور قبر کے بھیانک منظر کو کیوں بھول گئے۔آہ

قبر شکنجے وانگ مروڑے کردہ حال دوہائی

ہڈیاں پرزے پرزے ہوں چلے واہ نہ کائی

علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفیؒ المتوفی ۹۸۱ھ فرماتے ہیں کہ

واقبح البدع عشرة وعد منها طعام الميت وايقاد الشموع على المقابر والبناء علیٰ القبر وتزيينه والبيوتة عنده والتغنى والسماع والتخاذ الطعام للرقص واجتماع النساء للزيارة القبور۔ (بریقہ شرح طریقہ محمدیہ صفحہ ۱۲۲)

ترجمہ:

قبیح ترین بدعتیں دس ہیں، ان میں سے میت کے گھر کا کھانا اور قبروں پر چراغ جلانا اور قبروں پر عمارت بنانا اور اس کو مزئین کرنا اور مکان بنانا اور گانے اور سماع اور کھانا پکانا رقص کیلئے اور عورتوں کا مجتمع ہونا قبروں کی زیارت کیلئے۔

معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغاں بھی قبیح ترین بدعت ہے اور اس فعل کا مرتکب مبتدع ہے، جیسا کہ علامہ نقشبندیؒ صاحب کی عبارت سے واضح ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم

تو خواہ ازیں سخن پند گیر خواہ ملال

بریلوی اُمت کے مسلمہ پیر! پیر مہر علی شاہ گولڑوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

اور جو دراہم (یعنی روپیہ، پیسہ) اور شمع اور تیل اور دوسری اشیاء جو اولیاء اللہ کے مزاروں پر لوگ لے جاتے ہیں ان سے غرض اولیاء اللہ کا تقرب ہوتا ہے وہ حرام ہے۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۲۷)

قارئین کرام: یہ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی عبارت ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ یہ حرام ہے کہ قبروں پر شمع وغیرہ لے جایا جائے۔اور مفتی صاحب اور صاحب مقیاس جنت اس بات پر مصر ہیں کہ یہ جائز ہے۔

چھپائیں گے کہاں تک راز محفل شمع کے آنسو
کہے گی خاک پروانہ کہ روانہ پہ کیا گزری

مفتی صاب ؒ لکھتے ہیں کہ

چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کرواب جائز قرار پایا۔(جاء الحق ص ۳۰۵)

جواب : چلوشکر ہے کہ مفتی صاحب اس بات کوتو مان گئے کہ پہلے مزارات پر روشنی کرنے کرممانعت تھی اور یہ نہ کہہ دیا کہ یہ ممانعت شرعی نہیں بلکہ محض زہدوتقویٰ کی تعلیم ہے جیسا کہ انہوں نے گنبدوں کے متعلق واردشدہ حدیث کے بارے میں کہہ دیا۔

یہ بات علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم نے بھی تسلیم فرمائی ہے بلکہ آپ کوبھی انہوں نے ہی بتلائی ہے کہ اس حدیث میں ممانعت شرعی ہے قبروں پر چراغ جلانے کی لیکن کیا موجودہ زمانے کے متعلق بھی یہی حکم ہے،تو یہ بات مفتی صاحب کو پیرمہرعلی شاہ گولڑویؒ کی زبانی بیان کی جاچکی ہے۔

فریب امید کا کھانا پڑا ان کو محبت میں
خبرکیاتھی کہ ساحل پہ سفینہ ڈوب جائے گا

مفتی صاحب کے دامِ میں آکے صاحب مقیاس نے بھی یہ عبارت نقل کردی حالانکہ یہ عبارت توخودمفتی صاحب کے سروبال ہے۔

اپنا ہی تھا قصور کہ طوفان میں گھر گئے
اک موج تھی کہ جس کو کنارہ سمجھ لیا

مولاناخرم علی الحنفی المتوفی ۱۲۷۱ھ فرماتے ہیں کہ

تفصیل کی کچھ حاجت نہیں مثلاً قبر پر گچ کرنا،گنبد بنانا،قبروں پر روشنی کرنا،تعزیہ بنانا بزرگوں کا میلہ کرنا،اولیاء کی منت ماننا،چھنڈے نشان کھڑے کرنا سراسر دین کے خلاف ہے۔قرآن وحدیث اوراجماع اورقیاس شرعی میں ان کی کچھ اصل نہیں۔

(ترجمہ مشارق الانوارص ۱۰۔بحوالہ المنہاج ص ۷۴)

چنانچہ الفقہ الاسلامی دادلتہ میں ہے کہ

لایجوز اتخاذ السرج علی القبور لقول النبی ﷺ لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیھاالسرج۔(الفقہ الاسلامی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۵۵۴)

ترجمہ: قبروں پر چراغاں جلانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اور علامہ ابن البزاز الکردری حنفی فرماتے ہیں کہ

واخراج الشھوع الی رائس القبور بدعۃ اخلاف مال (فتاویٰ بزازیہ ھامش ہندیہ ج۶ ص ۳۷۲ کراھیۃ)

ترجمہ: قبروں پر چراغوں کا رکھنا بدعت ہے اور مال کا ضیاع ہے۔

قارئین کرام: احناف کثر ہم اللہ سواد ہم کی عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قبروں کو چراغاں کرنا ان پر چراغ جلانا ممنوع و ناجائز ہے اور یہ خلاف شرع ہے، اور قبیح ترین بدعات ہیں، اور بقول مہر علی شاہ گولڑویؒ کے یہ حرام ہے۔

لیکن معلوم نہیں کہ صاحب مقیاس اور مفتی صاحب کن کو اسلاف سمجھ بیٹھے ہیں

یارب پہنچ گئے ہیں کہاں صاحبانِ دل؟
کیسی حیاتِ اجل کا بھی جانشان نہیں

لیکن مفتی صاحب اور دیگر حضرات خصوصاً صاحب مقیاس یہ کیا جانیں کہ صاحب دل کیا ہوتا ہے اور صاحب بصر کیا ہوتا ہے اور کون ہوتے ہیں۔

صاحب مقیاس صاحب دیوبندی حضرات کثر اللہ علیہم ہر چیز کو بدعت نہیں فرماتے بلکہ جس چیز کی اصل قرآن و حدیث وغیرہ میں نہیں ہے صرف اسی بدعت کی تردید فرماتے ہیں۔

الغرض: یہ کہ یہ بات اگرچہ عیاں ہے کہ چراغاں کرنا قبور پر بدعت ہے لیکن صاحب مقیاس اس کو سنت بنانے اور کم از کم مباح بنانے کی سعی کر رہے ہے۔

حقیقت شمع و پروانہ کی کھل جائے گی دم بھر میں
الم ہونے تو دیں محفل میں آثار سحر پیدا

ممکن ہے کہ صاحب مقیاس ہماری پیش کردہ عبارات کے ملاحظہ کے بعد بجائے چور دروازہ کی تلاش کے، رضامندی سے قبول کرلیں گے

نوٹ: احنافؒ کی مزید عبارات رفتہ رفتہ ہم آگے بیان کریں گے (انشاء اللہ)

شوافع کا مسلک

چنانچہ ماقبل میں جو حدیث نقل کی گئی ہے جس میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی وصیت تھی اس کی شرح میں امام نوویؒ الشافعی فرماتے ہیں کہ

واما اتباع المیت بالنار فمکروہ للحدیث ثم قیل سبب الکراھة کونه من شعار الجاھلیة۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۷۶)

ترجمہ: میت کے ساتھ آگ لیجانا حدیث کی رو سے مکروہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کراہت شعار جاہلیت ہونے کی وجہ سے ہے۔

قارئین کرام: غور فرمایئے کہ یہ مکروہ اس لئے ہے کہ یہ جاہلیت کے شعار اور طریقہ تھا اور آج یہی ہمارے ملک کے چند لوگوں نے بھی شعار بنایا ہوا ہے جو اس شعار کو نہ اپنائے وہ ان کے یہاں وہابی ہے، اور اس کام سے روکے وہ بھی وہابی ہے، یا پھر گستاخ تو ہے ہی۔ اس کے جواب میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ

گوش خر بفروش دیگر گوش خر
کہ ایں سخن را درنیابد گوش خر

کیا وجہ ہے کہ جاہلیت کے شعاروں سے اس قدر محبت ہے کہ انہیں چھوڑنے کو بالکل تیار ہی نہیں ہیں لیکن صاحب مقیاس کو جان لینا چاہئے کہ اس بات کا پتہ بزرگوں کی صحبت اور ان کی دعاؤں کی اثر سے ہوتا ہے۔

قارئین کرام: چونکہ ہمارا اصل مقصد حنفیت کا دعویٰ کرنے والوں کو آئینہ دکھانا ہے اس لئے ہم امام شافعیؒ کے صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتے ہیں، جو کہ ان کے مذہب کے معتبر اور ذی شان فقیہ اور محدث ہیں امید ہے کہ صاحبزادہ صاحب اسی پر ہی

۱۔ نوٹ موجودہ کتاب سے مفتی صاحب کے یہ اشعار بریلوی حضرات نے نکال دیئے ہیں ۔ عمر

راضی ہوجائیں گے اور حق بات سمجھنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ (انشاءاللہ)۔
اگراس طرح نہیں تو۔

ان کو غرور حسن ہے مجھ کو سرور عشق
وہ بھی نشے میں چور ہیں ہم بھی پیئے ہوئے ہیں

حنابلہ کا مسلک

حافظ ابن القیم الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ

نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن اتخاذ القبور مساجدا وايقاد السروج عليها (زاد المعاد ج ١ ص ١٤٦ : المنهاج الواضح ص ١٩٥)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اور ان پر چراغ روشن کرنے سے منع کیا ہے۔

علامہ موفق الدین ابی محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہؒ المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں کہ

ولا يجوز اتخاذ السراج على القبور لقول النبى صلى الله عليه وآله وسلم لعن الله زائرات القبور والمتخذات عليها المساجد والسراج۔ رواه ابو داؤد والنسائى بمعناه ولو ابيح لم يلعن النبى صلى الله عليه وآله وسلم من فعله ولان فيه تضيعاً للمال فى

---

page 117 missing

from 118

بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی اور ان کو سجدہ گاہ بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، پس چراغ وغیرہ روشن کرنا قبروں پر مطلقاً منہی عنہ ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں فعلوں کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے انتھیٰ۔

معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغاں کرنا اور چراغ جلانا حدیث کے رو سے ممنوع ہے اور مکروہ ہے اگر چہ وہ قراءت کیلئے جلائی جائے یا کسی اور فائدے کے تحت اسلئے کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے اور وہ ممانعت مطلق ہے کہ چاہے کسی بھی مصلحت کے تحت جلائی جائے (ہاں ایک وقت مستثنٰی ہے جسکا ہم آگے بیان کریں گے)

صاحب مقیاس کا یہ کہنا کہ قبروں پر چراغ جلانا مطلقاً ممنوع و ناجائز نہیں۔

(مقیاس جنت ص ۴۰)

یہ علامہ ابن تیمیہؒ کے قول سے باطل اور مردود ہے اس لئے کہ وہ اس کو ناجائز فرما رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا یا ان کے نزدیک چراغ جلانا قراءت کیلئے جلانا یا غیر قراءت کیلئے جلانا مطلقاً ناجائز ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ (انشاءاللہ)۔

ہاں ایک وقت ایسا ہے کہ اس میں جلانا جائز ہے وہ یہ ہے کہ دفن اگر رات کو کیا جائے کسی میت کو تو۔۔جلانا یا روشنی کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس سے مقصد صرف تدفین کی تسہیل ہے۔

جیسا کہ امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد فراز خان صفدر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ

نوٹ: اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی میت کو رات کے وقت دفن کرنے کی نوبت آئے اور روشنی کی ضرورت پیش آئے تو کتب حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا اثبات موجود ہے یہ چیز محل نزاع سے بالکل خارج ہے۔ (المنہاج الواضح ص ۱۹۷)

علامہ شمس الدین ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ

ولا یجوز اتخاذ السراج علی القبور لقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ زئرات القبور والمتخذات علیها المساجد والسراج ولو ابیح لم یلعن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من فعله ولان فيه تضييعاً للمال فی غير فائدة وافراطاً فی تعظيم القبور اشبه تعظيم الاصنام (شرح کبیر ص ۳۸۳ ج ۲)

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانا ناجائز ہے اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان کو سجدہ گاہ بنانے والی عورتوں پر اور چراغاں کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتے ہیں (ابوداؤد) اگر یہ مباح ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ آلہ وسلم اس کے کرنے والوں پر لعنت نہ فرماتے اور یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس مال کا بلا فائدہ ضیاع ہے اور قبور کی تعظیم میں افراط ہے اور یہ بتوں کی تعظیم کے مشابہ ہے۔

چونکہ ہمارا دین افراط وتفریط سے بالکل پاک ہے اس لئے ہر وہ کام جو افراط یا تفریط کا موجب ہوگا وہ ممنوع ہے اور رہی بات قبروں پر چراغ جلانے کی تو صاحب شرح کبیر اس بات کو واضح فرمارہے ہیں کہ چونکہ اس میں افراط ہے اس لئے ناجائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں مشرکین کی مشابہت ہے کہ وہ بھی قبور کی پوجا کرتے تھے اور ہندؤں تو اپنے قبروں پر چراغاں بھی کرتے ہیں اس لئے یہ ناجائز اور حرام ہوا۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ قبر کے نزدیک قراءت کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس بارے میں مجمع الانہر ج ۴ ص ۲۲۰ وحاشیہ شبلی علی تبین القائق ج ۱ ص ۵۸۷ کے حاشیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے اے کہ امام صاحبؒ کے یہاں یہ مکروہ ہے اور ماقبل میں اس بات کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ امام صاحبؒ کے یہاں مکروہ مطلقاً سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے کہ ''اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علیٰ قول الامام'' کے فتویٰ امام صاحبؒ کے قول ہی پر دیا جائے گا اور ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی۔ (ملفوظات ص ۱۳۴)

تو ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت صرف حنفی تھے نہ یوسفی یا شیبانی، یعنی وہ صرف امام صاحبؒ کے قول پر ہی فتویٰ کے قائل تھے، اور دیگر آئمہ احنافؒ کے اقوال ان کے یہاں قابل التفات نہ تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس رسالے کا نام ''اجلی الاعلام'' رکھا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قراءت کرنا قبروں کے پاس احمد رضا کے ہاں مکروہ تحریمی ہے۔

ان عبارات کو سامنے رکھ کر فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ آلہ وسلم کی محبت واتباع کا دم بھرنے والے ہیں کہ وہی بتائیں کہ بریلوی حضرات نے دین کیساتھ کیا

کررکھا ہے۔

خونے نہ کرو ایم و کسے رانہ کشتہ ایم
جرم است ایں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

اور بعد دفن قرأت کرنے کا مسئلہ الگ ہے اس کے جواز میں اختلاف نہیں ہے اور اس مسئلہ مذکورہ کے عدم جواز پر تو خود احمد رضا کی عبارت دلالت کر رہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

مالکی مسلک

امام مالکؒ موطا میں حضرت اسماؓ بنت ابی بکرؓ المتوفی ۷۳ھ کی وصیت یوں نقل فرماتے ہیں کہ

ولا تتبعونی بنار (موطا امام مالکؒ ص ۷۸)

ترجمہ: میرے ساتھ آگ نہ لے جانا۔

اس حدیث کی رو سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغاں کرنا ممنوع ہے اور یہی مسلک امام مالکؒ کا بھی ہے جیسا کہ امام یحیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔

غور کیجئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ وفات کے وقت کس طرح وصیت کرتے ہیں کہ وفات کے بعد آگ ہمارے قریب نہ آنے دینا مگر غضب ہے کہ آج قبروں پر خوب ٹکا کہ چراغ روشن کئے جاتے ہیں اور منطق یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس میں حضرات اولیاء کرامؒ کی عظمت ہے راستہ پر چلنے والوں کیلئے سہولت ہے قرآن کریم پڑھنے والوں آسانی ہے وغیرہ وغیرہ اگر حضرات اولیاء کی تعظیم وتوقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی خلاف ورزی سے ہوتی ہے اور اگر انکی محبت لعنت کا کام کرنے سے ہوتی ہے تو ہم بیانگ دل کہتے ہیں کہ یہ تعظیم مفتی احمد یار خان اور ان کے ساتھیوں کو نصیب ہو ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے ہی حضرات اولیاء کرام اور بزرگان دین کی تعظیم ہوتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا (المنہاج الواضح ص ۱۹۵)

قارئین کرام: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ چراغاں ممنوع ہے جبھی تو وہ یہ حدیث نقل کر کے ثابت کر رہے ہیں۔

اگر قبوری شریعت والوں کو علماء اہل سنت الجماعت سے بیر اور دشمنی ہے تو وہ صحابہؓ کے خلاف محاذ آرائی تو نہ کریں اور ان کی بات مان کر سر تسلیم خم کر دیں۔

لیکن!

ارے اوجلانے والے یہ تیرا ہی نشیمن تھا
جسے تو نے پھونک ڈالا میرا آشیانا سمجھ کر

باب پنجم:

استدلالات کے جوابات:

◉ ◉

چونکہ اس بات میں مفتی صاحب نے کوئی خاص استدلال نہیں فرمائے اسی وجہ سے اس کے لئے مستقل باب قائم نہیں کرتے بلکہ اسی باب کے تحت ان استدلالات کے جوابات عرض کئے دیتے ہیں۔

ہم نے ماقبل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

{استدلال اوّل اور اس کی وضاحت}

مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ ایسی ہے جو بے فائدہ ہو۔

چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

والنھی عن اتخاذ السراج لما فیہ من تضیع المال۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔ اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ (جاء الحق ص ۳۰۱)

جواب: مفتی صاحب اور صاحب مقیاس اس عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قبروں پر ممانعت اس کی آئی ہے جو بے فائدہ ہو اور فائدہ مند ہو تو اس کی ممانعت نہیں

حالانکہ اگر مفتی صاحب کی پیش کردہ عبارت کو پورا نقل کیا جائے اور کچھ آگے ملا علی قاری کی تشریح نقل کی جائے تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

ملا علی القاریؒ کی پوری عبارت یوں ہے

والنهى عن اتخاذ السراج المافيه من تضيع المال لانه لا نفع لاحد من السراج ولانها من هو آثار جهنم (مرقاۃ ص ۲۱۹، جلد ۲۔ مکتبہ امدادیہ)

ترجمہ: ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہے (بے فائدہ ہے) چراغ جلانے سے اور اس لئے کہ یہ جہنم کا اثر ہے۔

اس کی مکمل تشریح ماقبل میں احناف کا مسلک کے تحت ہم نے بیان کر دی ہیں۔

قارئین کرام !اس مکمل عبارت سے جو مقصد ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ چراغ جلانے میں ممانعت ہے نہ کہ کسی قید فائدہ و بے فائدہ کی وجہ سے یعنی چراغ جلانا ہی بے فائدہ ہے تو اس میں فائدہ کی قید کیسی لگ سکتی ہے؟

قارئین کرام: یہ مفتی صاحب کے پیش کردہ عبارت خود ان کے خلاف دلیل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل رقم فرما دی ہے۔

کتنی درد انگیز ہے جوش جنوں کی داستان
آبلے خود پھوٹ کر کہتے ہیں دیوانے کا حال

{استدلال ثانی اور اس کا ابطال}

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ بیشک بزرگ ہستیاں ہیں لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی وحرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو اس کیلئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے، ایک عالم کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہو سکتا ہے مستحب اس کو بھی کہتے ہے جس کو علماء مستحب جانے مگر کراہت وحرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ (جاء الحق ص ۳۰۸)

الجواب : شیخ الحدیث امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ

مگراس عبارت میں چندوجوہ سے بحث ہے۔

اولا: کیا جن حضرات سے مفتی صاحب اوران کے ہمنوابزرگ استدلال واحتجاج کرتے ہیں وہ سب کے سب مجتہد ہیں؟ اگر ہیں تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ اگرنہیں تو اس وقت یہ قاعدہ کہاں جاتا ہے؟

ثانیاً: مفتی صاحب فرمائیں کہ جس کام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے کیا اس میں بھی کراہت تحریمی اور حرمت ہوتی ہے یانہیں ان دونوں حضرات (شاہ عبدالعزیزؒ وقاضی صاحبؒ) کا یہ فتویٰ ذاتی نہیں یہ تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سابق سے مأخوذ ہےاور قاضی صاحبؒ با قاعدہ اپنی عبارت میں اس کا حوالہ دے رہے ہیں۔

(پیغمبرِ خدا بر شمع افروز ان نزد قبر و سجدہ کنندہ گان رالعنت گفتہ۔ جاء الحق ص ۳۰۳)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چراغ جلانے والوں پرلعنت کی ہےاور حضرت شاہ صاحبؒ لفظ محرمات میں اس کی طرف اشارہ کررہے ہیں بلا شک اگر یہ فتویٰ اورقول ان کا اپنی طرف سے ہوتا تو دلیل شرعی کے مقابلے میں حجت نہ ہوتا مگر یہاں توان کا فتویٰ دلیل شرعی پر مبنی ہے پھر یہ کیسے ردہوا۔

ثالثاً۔ مفتی صاحب کی یہ تحقیق اورتقسیم بھی قابل داد ہے کہ کراہت تحریمی اور حرمت تو بزرگ ہستیوں کےقول سے ثابت نہیں ہوسکتی مگراستحباب اور جوازاًان کےقول سے ثابت ہوسکتا ہے کیااستحباب ایک شرعی حکم نہیں ہے؟ (المنہاج الواضح ص ۱۹۷)

قارئین کرام! ہم نے امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان مدظلہ کی مختصراًعبارت نقل کردی تاکہ صاحب مقیاس کہیں آنکھیں چراکر یہاں بھی نہ کہہ دیں کہ مجھے سمجھ نہیں آتی الخ۔ (مقیاس ص ۳۸)

اللہ تعالیٰ انہیں ھدایت کی سمجھ عطاءفرمائے اورحق بات کو ماننے کی اوراس پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

علامہ الوسی البغدادیؒ بھی فرماتے ہیں کہ

وتجب ازالة كل القنديل او سراج ولا يجوز وقفه ونذره
(روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۱۹)

ترجمہ: اور واجب ہے اس طرح کے چراغ وغیرہ کا ہٹانا اور جائز نہیں ہے ان کا وقف کرنا اور نذر کرنا۔

معلوم ہوا کہ علامہ الوسیؒ جیسے بزرگ بھی اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

{استدلال ثالث اور اس کا جواب}

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ

خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے لیکن اگر قبر کے ارد گرد ہو تو وہ قبر پر نہیں لہٰذا جائز ہے کچھ آگے لکھتے ہیں کہ : لفظ علی سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز ہے۔ (ص ۳۰۴)۔

کچھ آگے لکھتے ہیں کہ

اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویذ پر چراغ جلانا منع ہے۔ (۳۰۶)

الجواب: مفتی صاحب اور صاحب مقیاس ان عبارات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں لفظ علی کا ذکر ہے تو اس سے صرف تعویذ قبر (یعنی قبر کی دیوار) پر چراغ ناجائز ہے نہ کہ ارد گرد تو قارئین آئیں ہم آپ کو ایسی عبارت بھی دکھا دیتے ہیں کہ جس میں قبر کی نزدیک چراغ جلانے کی بھی ممانعت ہے اور اس عبارت کو مفتی صاحب نے بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ

چراغاں کردن بدعت است ۔ پیغمبر خدا برشمع افروزان نزد قبر وسجدہ کنندہ را لعنت گفتہ۔ (جاء الحق ص ۳۰۳۔ المنہاج الواضح ص ۱۹۵)

کہئے صاحب مقیاس کہ کیا اس عبارت سے قبروں کے نزدیک چراغاں کرنا بدعت ثابت ہوتا ہے یا آپ کے نزدیک قاضی صاحبؒ بھی عادل نہیں ہیں؟

مفتی صاحب کا یہ قول کہ قبر کے ارد گرد ہو تو وہ جائز ہے، مردود ہے یا نہیں ، یہ

فیصلہ عوام کے ہاتھوں میں ہے کہ ذرا اپنے عقل سلیم سے فیصلہ کر کے بتائیں کہ قاضی صاحبؒ (جو کہ بریلوی حضرات کے یہاں بھی بزرگ ہستی ہیں) کی بات صحیح ہے یا نہیں؟

اے بدعتی بناذ کہ ھنگام بدعت است

بفروش زانکہ خر خریدار بدعت است

اور رہا مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اس صورت میں حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور وہ منع ہے۔(جاء الحق ص ۳۰۴)

تو اس کا جواب امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب یہ دیتے ہیں کہ

یہ ان کی بے خبری کا نتیجہ ہے کیونکہ اس صورت میں جمع بین الحقیقت والمجاز نہیں ہے جو ناجائز ہے بلکہ یہ عموم مجاز ہے جو جائز ہے۔ اصول فقہ کی کتابیں بلاحظہ کیجئے۔(آہ) (مثلاً توضیح تلویح ص ۲۱۶۔ نور الانوار ص ۹۶) (المنہاج الواضح ص ۱۹۴)

{استدلال رابع اور اتمام حجت}

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ

تیسرے یہ کہ ہم گنبدوں کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہؓ میں منع تھیں مگر اب مستحب ہیں۔(جاء الحق ص ۳۰۴)

الجواب: ہم بھی گنبدوں کے باب میں استدلال نمبر ۱۰ کے تحت اسے مفصل حل کر چکے ہیں مگر رہی بات چراغ جلانے کی تو مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ اب مستحب ہے باطل اور مردود ہے اس لئے کہ ہم نے آخری زمانے کے بہت سے علماء کے حوالے ماقبل میں نقل کئے ہیں جو کہتے ہیں کہ چراغاں بدعت اور حرام ہے۔ مثلاً قاضی ثناء اللہ صاحبؒ علامہ الوسیؒ علامہ شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ۔ اور یہی حوالے راہِ سنت میں امام اہلسنت شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے بھی بیان کئے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کا حوالہ ہم نے استدلال نمبر ۲، اور علامہ الوسیؒ کا حوالہ بھی ہم نے استدلال نمبر ۲ میں نقل کر دیا ہے۔ مگر چونکہ مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادے کو استحباب پر اصرار ہے اسی لئے ہم انہیں کے ہمعصر پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کا ایک اور حوالہ بھی نقل کر دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

اولیاء کے قبور پر جو دراہم (روپیہ۔ پیسہ) اور موم بتی اور تیل دیا جاتا ہے کہ ان کا ثواب حاصل کریں، حرام۔ (اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۲۸)

(یہ عبارت فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جلد ۲۴ ص ۳۰۰، کی عبارت کا ترجمہ ہے)۔

اور بقول مفتی صاحب کے شاہ عبد العزیزؒ بھی قبروں پر چراغ روشن کرنے کو بدعت شنیعہ کہتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۳۰۳۔ بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۴)۔

تو کیا ان آخر زمانے کے علماء کا اس چراغاں کو بدعت کہنے سے بھی یہ بدعت ثابت نہیں ہوتا؟ حالانکہ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ تو بزعم بریلویاں (بریلویوں کے گمان کے موافق) بریلوی ہی تھے تو ان کی بات کیوں نہیں مانی جا رہی؟

واعظ کے حجتوں سے قائل تو ہو گئے تم
کوئی جواب شافی اس پر نہ بن پایا

اور جو دلیل مفتی صاحب نے روح البیان کی دی ہے اس کا مکمل جواب ہم ماقبل میں دے چکے ہیں۔

اولاً: اسلئے کہ صاحب روح البیان ایک صوفی مزاج عالم تھے انہوں نے اپنی تفسیر میں بعض رطب و یابس جمع کئے ہیں وہ ایک لطائف نگار بزرگ اور صوفی ہیں اور باب التفسیر میں اور علی الخصوص آئمہ تفسیر کے مقابلے میں ان کے قول کے کوئی خاص وقعت نہیں ہے اور اس لئے ان کے مقابلے میں واضح ارشادات موجود ہیں اور حدیث کے مقابلے میں ایک صوفی عالم کا قول کیونکہ معتبر ہو سکتا ہے۔

ثانیاً: بقول مفتی صاحب مرور زمان سے چونکہ بعض مسائل بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہ فعل بھی اب حرام ہے (کما مر) اور مفتی صاحب کا ''حدیقہ ندیہ'' سے حوالہ ان کو مفید نہیں ہے۔

اولاً: اسلئے کہ ہم نے جمہور علماء کے اقوال وفتاویٰ پیش کر دیئے ہیں، ان کے مقابلے میں ایک یا دو علماء کا قول بطور دلیل پیش کرنا یہ بریلوی حضرات کے مفتی ہی کو زیب دیتی ہے۔

{خاتمہ}

اور عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ اس فعل کو نا جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ جمہور کی رائے اس کو مؤید ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول سونے پر سوہا گہ ہے، اور اسی طرح !

پہلی صدی کے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور کاتب وحی حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت فضالہ بن عبیدؓ۔

دوسری صدی کے تابعین میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ اور تبع تابعین میں سے حضرت امام مالکؒ اور شاگردان امام ابوحنیفہؒ میں سے حضرت امام محمدؒ۔

تیسری صدی کے حضرت امام شافعیؒ، اور امام احمد ابن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ۔

چوتھی صدی: امام نسائیؒ۔

پانچویں صدی: امام ابوبکر احمد البیہقیؒ۔

چھٹی صدی: علامہ ظاہر ابن احمد الحنفیؒ، علامہ کاسانیؒ الحنفی، اور علامہ برہان الدین المرغینانیؒ (صاحب ہدایہؒ) امام قاضی خان الحنفیؒ۔

ساتویں صدی: امام شرف الدین النوویؒ، علامہ شمس الدین ابن قدامہؒ، اور موفق الدین ابن قدرامہؒ، (شاگرد و پیران پیر شیخ عبدالقادرؒ)۔

آٹھویں صدی: علامہ ابن القیمؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ سراج الدین اودی الحنفیؒ، علامہ عالم بن العلاء الحنفی۔

نویں صدی: علامہ بدر الدین الحنفی، (شارح بخاری) اور دوسرے شارح بخاری، علامہ ابی الفضل ابن حجر عسقلانیؒ ، ابن البزاز الحنفی۔

دسویں صدی: علامہ ابن حجر مکیؒ، علامہ برکلی نقشبندیؒ، علامہ حلبی الحنفیؒ، امام موسی بن احمد حنبلی۔

گیارھویں صدی: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ملا علی القاری الحنفیؒ، شیخ مجدد الف

ثانی سرہندیؒ، علامہ علاؤالدین۔۔۔۔شیخ منصور البھوتی۔

بارھویں صدی: علامہ ابن نجیمؒ۔

تیرھویں صدی: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، علامہ الوسی الحنفیؒ، علامہ ابن عابدین الشامیؒ، مولانا خرم علی الحنفیؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ محمد سحاق محدث دہلویؒ۔

چودھویں صدی: مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، اور دیگر تمام علماء دیو بند، یہ تمام علماء اس مسئلے میں ہمارے ساتھ ہیں (فللہ الحمد)۔

مفتی احمد یار خان بریلوی لکھتے ہیں کہ

اہلسنت بہر قوالی و عرس
دیوبندی بہر تصنیفات و درس
خرچ سنی بر قبور و خانقاہ
خرچ نجدی بر علوم و درسگاہ

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

ضمیمہ

اہل بدعت کی جانب سے لکھی جانے والی کتاب ''مقیاس جنت'' میں چونکہ فقط یہی چند مسائل تھے جن کو ہم بالتفصیل ما قابل میں باحوالہ عرض کر آئے ہیں۔ لیکن مولانا سعید احمد صاحب کے مشورے کے پیش نظر افادۂ عام کیلئے چند دیگر بدعات کا بھی اجمالی ذکر کر دیتے ہیں جو کہ اس وقت عوام اہل بدعت کے رگ وریشہ میں پیوست ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ بندہ۔۔۔اور تمام اہل سنت کو تمام بدعات سے بچائے اور اہل بدعت کو ہدایت اور راہ خدا کا راہی بنائے اور توحید وسنت کا پیکر بنائے، آمین۔

قبروں پر چادریں چڑھانا۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ

وفی الاحکام عن الحجة تکرہ الستور علی القبور۔ (ردالمحتار ص ۲۲۸۔ ج ۲)

ترجمہ: اور الاحکام میں ہے کہ قبروں کو غلاف چڑھانا مکروہ ہے۔

طواف اور سجدے کرنا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از ان انها خواستن و نظر برائے آنها قبول حرام است بلکه چیز ها از ان بکفر میر ساند، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر آن ها لعنت گفته و از ان منع فرمودند و گفته قبر مرا بت نه کنند (مالابد ص ۸۸)

ترجمہ: اولیاء اور انبیاء کی قبروں کی طرف سجدہ کرنا اور قبروں کا طواف کرنا اور اہل قبور سے حاجات طلب کرنا اور ان کی نذریں دینا حرام ہے، بلکہ ان میں سے بعض چیزیں موجب کفر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

قارئین! اس عبارت سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سجدہ اور طواف قبور حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس فعل کے مرتکب پر لعنت فرمائی ہے۔

اس طرح قاضی ثناء اللہ الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

و گرد قبور گردیدن جائز نیست که طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف البیت صلوٰۃ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد۔ (ارشاد الطالبین ص ۱۸)

ترجمہ۔ اور قبروں کے ارد گرد گھومنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بیت اللہ کے طواف کا حکم نماز کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے (لہٰذا جس طرح غیر اللہ کیلئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس طرح طواف بھی جائز نہیں ہے۔

قبروں کو بوسہ دینا

ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذالک من عادة النصاری۔ (عالمگیری ص ۲۵۱ ج ۵)

ترجمہ: قبر کو نہ ہی چھوئے اور نہ ہی بوسہ دے اس لئے کہ یہ افعال نصاریٰ کی عادات میں سے ہے۔

قبروں پر منتیں اور چڑھاوے

قاضی ثناء اللہ الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

عبادت مر غیرے خدارا جائز نیست ورنہ مدد خواستن از غیر خدا۔۔۔۔۔ پس نزر کردن برائے اولیاء جائز نیست کہ نزر عبادت ست (ارشاد الطالبین ص ۱۸)

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کسی کیلئے عبادت جائز نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا............اور اولیاء کے نام نزر کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ نزر ایک عبادت ہے۔

اب بعض لوگوں کی یہ تاویل کہ ''نزر عبادت نہیں ہے'' بے جا تاویل ہے بلکہ قاضی صاحبؒ تو اس کو غیر خدا کی عبادت میں شمار کر رہے ہیں۔جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ نزر لغیر اللہ ناجائز ہے اور حرام ہے اور اس میں کسی قسم کی غیر اللہ کیلئے گنجائش نہیں ہے ۔

قبروں پر حیوانات کو ذبح کرنا

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ

حیوانات را از مشائخ می کنند و بر سر قبر ھائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقھیہ ایں امر را نیز داخل شرک ساختہ اند دریں مبالغہ نمودہ و ایں را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع است و داخل دائرہ شرک۔

(مکتوبات دفتر سوم مکتوب نمبر ۴۱)

ترجمہ: مشائخ کے نام حیوانات کو کرنا اور ان کو قبروں پر لیجا کر ذبح کرنے کو بھی فقہ کی روایات کے مطابق داخل شرک کیا گیا ہے اور اس میں فقہاء نے مبالغہ کیا ہے اور اس ذبح کو جن کے نام پر ذبح کرنے کے مترادف ٹھرایا ہے کہ یہ ممنوع ہے اور شرک کے دائرے میں داخل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے نام جانوروں کو

ذبح کرنا اور قبروں پر لیجا کر ذبح کرنا یہ بھی شرک میں داخل ہے۔

اہل قبور سے مدد مانگنا

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمانہ صحابہ و تابعین نہ بود۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۸۹ ج ۱)

ترجمہ: مردوں سے مدد مانگنا چاہے وہ قبر کے قریب سے ہو یا دور سے ہو وہ بلاشبہ بدعت ہے اور یہ کام صحابہ وتابعین کے زمانے میں نہیں تھا۔

مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی اصفت ہے مافوق الاسباب مدد نہ کوئی ولی کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی پیر اور نہ ہی اس بے ہودہ عمل کا وجود خیر القرون میں تھا، اور نہ ہی اس شرکیہ عمل کی اجازت شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف دی گئی ہے۔

مشرکین کا یہ اعتراض ''کہ مشرکین مکہ تو بتوں کو پوجتے تھے اور ہم قبروں کو اس میں زمین و اسمان کا فرق ہے'' ایک بے فائدہ ہے۔ اس لئے کہ وہ مشرکین بھی مٹی سے بنے ہوئے مسمیٰ بالاولیاء کو پوجتے تھے اور آج کے مسلم نما مشرکین بھی ایک مٹی کے ڈھیر کو اولیاء کا نام دیکر پوجتے ہیں اگرچہ اس مٹی تلے ولی تو درکنار کوئی انسان ہی نہ ہو بلکہ جانور ہو یا کچھ بھی نہ ہو جس کی واضح دلیل اس پاک و ہند میں ہزاروں مزار ہیں کہ جن میں سے اکثر میں اولیاء مدفون ہی نہیں ہیں۔ بہرحال اگر ایک ہی قبر میں ہزار ولی بھی ہوں جب بھی اس کو پوجنے کی اجازت شریعت نہیں دیتی۔

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

قبر پر آذان دینا

علامہ ابن عابدین شامی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ

وفی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ الی انہ لا یسن الآذان عند ادخال المیت فی قبرۃ کما ھو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر فی افتاویٰ بانہ بدعۃ (ردالمحتار ص ۱۵۹ ج ۱)

ترجمہ: اوراس میں اس طرف اشارہ ہے کہ میت کودفن کرتے وقت آذان جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے مسنون نہیں ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ قبر پر آذان بدعت ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں ہر آذان دینا سنت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اوراس کے جواز کی کوئی ایک بھی کام کی دلیک اس کے پاس موجودنہیں ہے۔

احمد رضا خان نے اس کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی اور ایک کتاب لکھی جس کا نام" ایذان الاجر فی آذان القبر " اس کے جواب میں مناظر اسلام عظیم اہلسنت مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے ایک رسالہ تصنیف کیا" امعان النظر فی آذان القبر " جوآذان قبر کا تحقیقی جائزہ" کے نام سے مشہور ہے۔ عوام وخواص کیلئے بے حد مفید ہے۔

قبروں کی زیارت کیلئے عورتوں کا جانا

قبروں کی زیارت کرنا فی نفسہ ایک جائز اور مستحسن عمل ہے اور باعث اجروثواب ہے یہ اور بات ہے کہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاص مصلحت کے پیش نظر اسی عمل سے اپنے صحابہؓ کو روکے رکھا۔ لیکن بعد میں جب وہ مصلحت بار آور ثابت ہوئی اور زیارت قبور سے شرک کا شائبہ ختم ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت ان الفاظ سے عنایت فرمائی۔

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکرہ فی الآخر (مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

ترجمہ: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا پس اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت یاددلاتی ہے۔

اس حدیث سے قبروں کی زیارت کا جواز معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت ایک مستحسن عمل ہے۔ ہاں: البتہ ان عورتوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں جو قبروں پر رونا پیٹنا کریں یا ناجائز حرکات کا ارتکاب کریں یا بدعات سے باز نہ رہ سکیں بوڑھی خواتین جاسکتی ہیں اور جوان عورتوں کا جانا چونکہ برائی سے خالی نہیں لہٰذا انکی ممانعت بدستور باقی ہے۔ جس کی دلیل مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ۔

لعن اللہ زوارات القبور۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ۱۵۴)

زیارت کیلئے دن متعین کرنا

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ زیارت قبور کی اجازت خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن قبروں کی زیارت کیلئے دن کا تعین کرنا بدعت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است اصل زیارت جائز ـــ وقت درسلف نبود و ایں بدعت از اں قبیل است کہ اصلش جائز است وخصوصیت وقت بدعت ـــ مانند مصافحہ بعد عصر کہ درملک ثور ان وغیرہ رائج است۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۹۳ ج ۱)

ترجمہ: قبروں کی زیارت کیلئے دن متعین کرنا بدعت ہے زیارت کرنا تو جائز ہے ـــ وقت سلف صالحین میں نہیں تھا اور اس طرح کی بدعت کہ ہے کہ اس کی اصل تو جائز ہے لیکن وقت کی تخصیص بدعت ہے جیسا کہ نماز عصر کے بعد مصافحہ کرنا ہے کہ وہ بدعت ہے اور ملک ثوران وغیرہ میں رائج ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنا

علامہ عینی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

وکذالک مایفعلہ اکثر الناس من وضعھا فیہ رطوبۃ من الریاحین والبقول ونحوھما علی القبور لیس بشئی وانما السنۃ الغرز۔ (عمدۃ القاری ص ۸۷۹ ج ۱)

ترجمہ: اور اسی طرح جو عوام الناس قبروں پر تر پھول ڈالتے ہیں اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے سنت ہے تو صرف شاخ گاڑنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا بھی ایک بے ہودہ حرکت ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جو لوگ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر شارخ گاڑنے والی حدیث سے

استدلال کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اولاً: اس لئے کہ خود محققین حنفیہ اس عمل کو بدعت کہتے ہیں اور جو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ صرف شاخ گاڑنا ہی ہے۔ ہاں البتہ بعض متأخرین شوافع اس عمل کو جائز کہتے ہیں لیکن ان کی بات قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ علامہ نوویؒ اور علامہ خطابیؒ جیسی عظیم شخصیات سے اس فعل کی کراہت ثابت ہے جو کہ فقہ شافعی کے شاہسوار ہیں لہٰذا ان کے قول کی موجودگی میں کسی ایک کا قول راجح بتانا بریلوی حضرات کو زیب دیتا ہے۔

بہرحال احناف کے کسی قول سے بھی اس عمل کا جواز ثابت نہیں ہوتا اور جو ملا علی القاریؒ علامہ شامیؒ اور طحطاویؒ وغیرہ سے منقول ہے وہ بطور حکایت ہے نہ کہ بطور اثبات۔

قبروں پر پھول ڈالنے کی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ جائز ہے۔ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ڈیڑھ سو سے زائد صحابہ کرام کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا لیکن کسی پر بھی پھول ڈالنے کا عمل نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابیؓ سے باوجود اس کے کہ اس زمانے میں قبریں بھی تھیں اور پھول بھی تھے! اسی طرح صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ایک ہزار سے زائد صحابہؓ کی شہادت وفات ہوئی۔ لیکن کسی اور صحابیؓ نے حتیٰ کہ خلفاء راشدین اور نہ ہی سوا لاکھ (کم وبیش) صحابہؓ سے ثابت ہے اور نہ خیر القرون میں کسی امام یا ولی سے ثابت ہے کہ انہوں نے قبروں پر پھول ڈالے ہوں۔ جب اتنا دور دور تک اس کے جواز کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر مبتدعین کو کونسی ایسی دلیل مل گئی جس کی وجہ سے وہ اس بدعت میں مبتلا ہیں۔

{قبروں پر بدعات کا اجمالی نقشہ}

قبریں جو آخرت کے یاد دلانے کا سبب تھیں آج مبتدعین نے ان کی وہ افادیت ختم کر دی۔ آج کونسا قبرستان ایسا ہے جہاں یہ بدعات نہ ہوتی ہو؟ ۱۔ قبریں پختہ کرنا، ۲۔ گنبد بنانا، ۳۔ ایک بالشت سے بلند کرنا، ۴۔ چادریں نذر کرنا اور قبر پوشی کرنا، ۵۔ قبروں پر چڑھاوے، ۶۔ عوان کرنا ۷۔ قبروں کو سجدے کرنا، ۸۔ میلے لگانا، ۹۔ انکو چومنا۔ ۱۰۔ ان کے سامنے نیت باندھ کر کھڑے ہونا، ۱۱۔ ان پر نذر و نیاز کرنا، ۱۲۔ بجلی کا اسراف کرنا، ۱۳۔ عرس کرنا ۱۴۔ قوالیاں کرنا، ۱۵۔ اہل قبور سے دعائیں مانگنا، ۱۶۔

مجاور بننا

١٧۔ان پر آذان دینا، ١٨۔قبر کو منہ دکھانا، ١٩۔قبر پر تلاوت کرنا، ٢٠۔ان پر کھانا لے جانا

٢١۔اگر بتیاں جلانا، ٢٢۔ان پر مرثیے پڑھنا، ٢٣۔بے پردہ عورتوں کا جانا۔ ٢٤۔کیوڑے چھڑکنا، ٢٥۔سائبان بنانا، ٢٦۔قبروں کی زیارت کیلئے وقت متعین کرنا، ٢٧۔قبر پر شیرہ چھڑکنا، ٢٨۔قبروں پر حیوانات ذبح کرنا۔ یہ تمام وہ بدعات ہیں جو ہم نے قبروں پر ہوتے خود دیکھیں۔ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ۔۔۔

خدارا!!......ان بدعات کو گمراہی جان کر ان سے دور رہیں اور قبروں پر کی جانے والی ان بدعات کا سبب نہ بنیں۔

وصلی اللہ علی محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و سلم و بارک علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین۔آمین

الاحقر نجیب اللہ عمرؔ السنی مذہباً و الحنفی مسلکاً و الدیو بندی مشرباً۔